

یاحسین

۱۴۳۹ھ  
اس سال سی نیسا جان  
سبار کے ہو

محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء

مسک علی حضرت کا نقیب و پاسبان

# سستی مہینہ دنیا

بیگم شیخ

OCTOBER 2017

- سن جبرنی کا آغاز و ارتقاء
- امام حسین اور ان کی شہادت
- اسلام اور احترام آدمیت
- اسلام اور تلوار
- روہنگیائی مسلمان اور ان کی تاریخ
- کیا یہ میڈیا کی وطن پرستی پر سوال نہیں؟
- غوث اعظم کی انقلابی تحریک
- تاج الشریعہ! صلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار
- گنود کشنا کے نام پر غنڈہ گردی اور اس کے محسوسات

مدیر

مولانا محمد عبدالرحیم شترقاروی

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسکرمصطفیٰ قادری



# ماہانہ پیکج فور کالر

## ماہانہ پیکج فور کالر

### ماہانہ پیکج فور کالر

#### ماہانہ پیکج فور کالر

##### ماہانہ پیکج فور کالر

###### ماہانہ پیکج فور کالر

###### ماہانہ پیکج فور کالر

###### ماہانہ پیکج فور کالر

###### ماہانہ پیکج فور کالر

###### ماہانہ پیکج فور کالر

Monthly Package Four Colour

S. No.	Adv. Space	کوآرٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	4000/-	6000/-	8000/-	ایک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	3000/-	4000/-	6000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	2000/-	3000/-	5000/-	ایک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour

سہ ماہی پیکج فور کالر

1	Back Title Page	10000/-	15000/-	20000/-	ایک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	7000/-	10000/-	15000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	5000/-	7000/-	12000/-	ایک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour

شش ماہی پیکج فور کالر

1	Back Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	ایک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	12000/-	15000/-	20000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	7000/-	10000/-	18000/-	ایک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour

سالانہ پیکج فور کالر

1	Back Title Page	20000/-	30000/-	50000/-	ایک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	ایک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magazine

ایک اینڈوائٹ پیکج رسالہ میں کہیں بھی

1	Monthly	1000/-	2000/-	3000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	2000/-	5000/-	7000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	4000/-	7000/-	10000/-	شش ماہی	۳
4	Yearly	6000/-	10000/-	15000/-	سالانہ	۴

۱۔ تین مہینے کا مطلب کوئی بھی تین مہینے، اسی طرح چھ یا بارہ مہینے کا مطلب کوئی بھی چھ یا بارہ مہینے۔  
۲۔ وقت اور حالات کے پیش نظر اشتہار کی اشاعت مقدم و مؤخر بھی ہو سکتی ہے۔  
۳۔ پورے اشتہار کی رقم ایک مشت جمع کرنی ہوگی۔

نوٹ:

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486  
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

امام اٹکین حضرت علامہ مفتی محمد تقی علی خاں قادری بریلوی، المصنفات امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، ترجمہ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مسطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مجلس ادارت

مفتی محمد صالح صاحب، جامعہ الرضا  
مفتی اختر حسین، حمد اشائی  
مفتی محمد شمشاد حسین، چاول  
مولانا کوثر امام قادری، مہاراج گج  
مولانا انیس عالم سیدانی، لکھنؤ  
مولانا راحت خاں، رشتا تھپانپور  
مولانا عبد المعید ازہری، روناہی  
مولانا اختر غلام ہاید شمس مصباحی، ممبئی  
مولانا رحمت اللہ مسدیقی، ممبئی  
مولانا اختر نجم قادری، پٹنہ  
مولانا اختر امجد رضا، پٹنہ  
مولانا اختر ارشاد احمد ساحل، بہرام  
مولانا قمر الزماں مصباحی، پٹنہ  
مولانا شہزاد رضا جامعہ الرضا  
مولانا سلمان رضا فسریدی، مسقط  
مفتی منیت قادری، بریلی شریف  
ڈاکٹر شفیق اجمل، بنارس  
مولانا سید عبد الباقیل، ممبئی  
مفتی محمد اشرف رضا، ممبئی  
مفتی محبوب رضا قادری، بمبئی  
مفتی محمد اختر رضا، ممبئی

جلد نمبر 2 Vol. 2

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی پارہ جوئی  
صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت  
ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق  
ضروری نہیں۔

گول واٹرہ میں سرخ نشان اس بات  
کی علامت ہے کہ آپ کا زہر مالہ ختم ہو  
چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا  
زہر مالہ پکلی فرصت میں ارمال فرمائیے  
تاکہ سالہ آگے تک جی پاری رہ سکے۔

بزرگوار عظیم الشان و بیجا آستانہ عالیہ قادریہ کرامیہ دینی و انسانی بریلوی

مسک علی حضرت کا نقیب و پاسبان  
مہنامہ  
سُنی دُنیا  
بنا بشتی

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

OCTOBER 2017 ۱۳۹۹ھ اکتوبر ۲۰۱۷ء

ڈائریکٹر بریلی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں  
قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی لہند

مولانا محمد عبد رضا خاں قادری

مدیر  
مولانا محمد عبد الرحیم شتر فاروقی

ترتبین کار  
عسین احمد مفتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعہ الرضا  
معین اختر رضوی، کمپیوٹر ڈیزائن: جے آر ایم ہیڈ آفس

زیر سالانہ ۲۵۰ روپے

فی شمارہ ۲۰ روپے

دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

پاکستان بریلی نکلاؤ، بنگلہ دیش ۱۰۰۰ روپے

رابطہ کارڈ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یو پی

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

فون: 0581-2458543, 2472166, 3291453

E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com

nashartararui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

مجلس مشاورت

مفتی سید شاہ علی، رامپور  
مولانا سید اولاد رسول مدنی، امریکہ  
مفتی ولی محمد رضوی پانسی  
مفتی محمد محمود اختر رضوی، ممبئی  
مولانا سلمان رضا خاں بریلی شریف  
مفتی عاشق حسین کشمیری، بریلی شریف  
مفتی افضل احمد رضوی، بریلی شریف  
مفتی شمیم احمد نور، کانپور  
مولانا اشرف رضا، بریلی شریف  
مولانا ابو یوسف ازہری، گھنوی  
مولانا عبد المالک مصباحی، جمشید پور  
مولانا مفتی محمد عابد حسین، جمشید پور  
مولانا محمد سعید اکرام، ممبئی  
مفتی محمد بشیر شمس، ممبئی  
قبادی محمد جمال ملکی، ممبئی  
مفتی انور نسائی، بہارلی بارغ  
مولانا امین القادری، بریلی شریف  
مفتی مطیع الرحمن نظامی، جامعہ الرضا  
مولانا شکیل احمد، جامعہ الرضا  
مفتی عاصم رضا قادری، جامعہ الرضا  
مفتی شاہد رضا مرگزی، جامعہ الرضا

شمارہ نمبر 10 Issue 10

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی  
شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے  
سے دوپہر ۵ بجے تک فون پر ویسے گئے  
تھریڈر ایڈ کر سکتے ہیں:

9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش  
ہے کہ کسی دینا کے لئے مضامین بھیجتے  
وقت اتفاق پڑے اسے دینا نہ دھر دھر  
فرمائیں۔ آپ اپنے مضامین ہمارے  
ای میل آئی ڈی پر بھیج سکتے ہیں۔

ایڈیٹر: شہزادہ پرنٹر اور پبلشر: مولانا محمد عبد رضا خاں قادری نے فاتوہ پرنٹرز بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اہلی حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

## اس شمارے میں

صفحہ نمبر	مضمون نگار	مضمون	کالم
۵	سلمان رضا فریدی، سید اولاد رسول قدسی	آہ ابرما کے مسلمان، کم نہیں ہے ماں رتبہ باپ کا	منظومات
۶	محمد عبد الرحیم نشتر و روقی	گنور کشا کے نام پر ہو رہی غندہ گردی اور اس کے محرکات	اداریہ
۸	مفتی محمد شعیب رضا نعیمی و تادری	والدین کے ساتھ حسن سلوک اقرآن وحدیث کی روشنی میں	ضیائے قرآن
۹	مفتی محمد عسجد رضا خاں و تادری	اقسام علم اور ان کے احکام	بہار حدیث
۱۰	مفتی اسلم رضا و تادری	سن ہجری کا آغاز و ارتقا	اسلامیات
۱۳	حافظ محمد ہاشم و تادری	امام حسین اور ان کی شہادت	
۱۸	مفتی محمد صابر الفتادری فیضی	ماہ محرم الحرام کے فضائل و معمولات	
۲۲	ڈاکٹر عنالام مصطفیٰ نجم الفتادری	اسلام اور احترام آدمیت	
۲۵	علامہ وحید احمد خاں بریلوی علیہ الرحمہ	اسلام اور تلوار	قندمکر
۳۲	مفتی محمد رضوان احمد شریفی	ملک اعلیٰ حضرت پر ایک تحقیقی اور سنجیدہ تحریر	نقد و نظر
۳۸	مولانا محمد نعمان اختر و نق جمالی	روہنگیائی مسلمان اور ہندوستان	احوال عالم
۳۹	محمد معراج شمس دیناچ پوری	روہنگیائی مسلمان اور ان کی تاریخ	
۴۲	مولانا محمد عبد المعید ازہری	کیا یہ میڈیا کی وطن پرستی پر سوال نہیں؟	احوال وطن
۴۴	مولانا محمد کوثر امام و تادری	غوث اعظم کی انقلابی تحریک	اسلاف و اخلاف
۵۰	محمد شکیل احمد سجانی	حضور مفتی اعظم کے مجاہدانہ کارنامے	
۵۱	ڈاکٹر امجد رضا امجد	تاج الشریعہ اصلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار	گوشہ تاج الشریعہ
۵۸	مولانا کمال احمد علمی نظامی	امیروں کا عہدہ	چہ من گوئیان

ماہنامہ سنی دُنیا مرکز اہل سنت بریلی شریف کی آواز ہے، اسے گھر گھر تک پہنچانے میں ہمارا تعاون کریں۔



(ن: مولانا محمد سلمان رضا فریدی، مسقط عمان)

(ن: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ)

## آہ! برما کے مسلمان

کم نہیں ہے ماں سے رتبہ باپ کا

کم نہیں ہے ماں سے رتبہ باپ کا  
ہے مسلم وصف اعلیٰ باپ کا  
کیسے پہنچائے کوئی اس کو ضرر  
جس کو حاصل ہے سہارا باپ کا  
اپنے بچوں کی ترقی کے لئے  
بہتا جاتا ہے پسینہ باپ کا  
اس سے پوچھو باپ کی تم اہمیت  
ہونے جس کے سر پہ سایہ باپ کا  
تھر تھرا اٹھیں جہاں کی گردشیں  
جب زباں پر نام آیا باپ کا  
درد کے چہرے میں چھائی مردنی  
دیکھ کر پر نور چہرہ باپ کا  
یوں کیا اولاد پر سب کچھ نثار  
سب نے مانا دل ہے دریا باپ کا  
رحمتیں اس پر فدا ہونے لگیں  
بن گیا جو دل سے شیدا باپ کا  
مدح میں اس کی رہوں رطب اللسان  
طرز شفقت ہے انوکھا باپ کا  
ہو گیا ظلمت کا سینہ چاک چاک  
گھر میں پھیلا جب اجالا باپ کا  
ہے خوشی میں باپ کی رب کی خوشی  
رب نے درجہ یوں بڑھایا باپ کا  
لا نہیں سکتا کوئی اس میں دراڑ  
ایسا ہے مضبوط رشتہ باپ کا  
سب لٹا کر پھر کہے کیا چاہئے  
ہے نرالہ یہ طریقہ باپ کا

بقیہ ص ۵۸ پر

عزیزیں لوٹی گئیں اور آشیاں لوٹا گیا  
رہبروں کے سامنے ہی کارواں لوٹا گیا  
چشم غیرت، تم ہے برما کے مسلمان کے لئے  
کتنی بے دردی سے ان کا باغ جاں لوٹا گیا  
امن کا نعرہ لگانے والے بھی خاموش ہیں  
آہ! کس شدت سے، ہر پیر و جوان لوٹا گیا  
ظلم سے صرف نظر، خود ظلم ہے، یہ جان لو  
جب مکین غافل ہوئے، تب ہی مکاں لوٹا گیا  
کل ہمیں بھی اس ستم کا سامنا ہونے کو ہے  
یہ نہ سمجھیں ہم کہ بس اک آستان لوٹا گیا  
اس لئے ہم سب بطور قوم اب بیدار ہوں  
ہم لڑیں اس کے لئے، جو بھی جہاں لوٹا گیا  
کفر کی سازش کا، برما کے مسلمان ہیں شکار  
کون کہتا ہے کہ ان کو ناگہاں لوٹا گیا  
ہر طرف سے آگ تھی اور بیچ میں خونی ستم  
آہ! ہستی کا گھر لا کر کہاں لوٹا گیا  
فطرت حق آشنا، رنجیدہ ہے اس جبر پر  
خوش ہوئے ناقوس، جب بیت اذان لوٹا گیا  
ہیں عرب کے حکراں، باطل نوازی میں مگن  
ان کی عیاشی سے حق کا اک جہاں لوٹا گیا  
کفر کی آغوش میں سوئے ہیں لیڈر قوم کے  
اہل ملت کو، بنا کر ناتواں لوٹا گیا  
دوغی پالیسیاں، یونائیٹڈ نیشن کی ہیں  
وہ بھی چپ ہے، جبکہ بالکل ہی عیاں لوٹا گیا  
بھیج دے نصرت کی کشتی، اے مرے پروردگار  
اہل حق طوقاں میں ہیں اور بادباں لوٹا گیا

بقیہ ص ۵۸ پر

عبد الرحیم شرف قادری

# گنہگار کشاکش کے نام پر ہوری غنڈہ گردی اور اس کے محرکات

آج ملک کے سیاسی حالات جس آتش فشاں مقام پر پہنچ چکے ہیں وہ کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں اور ان حالات کے اکثر معاملات بالواسطہ یا ملاواسطہ خاص طور پر مسلمانوں کو متاثر کر رہے ہیں، کبھی تین طلاق کا معاملہ جمیز کر مسلمانوں کے مذہبی احکام سے کھیلواڑ کیا جا رہا ہے، کبھی ”وعدے ماترم“ کے ذریعہ اپنی حب الوطنی ثابت کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے تو کبھی سوب لہجہ تک کے ذریعہ بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جا رہا ہے۔

گنہگار کشاکش کے نام پر اب تک تقریباً ۵۰ مسلمانوں اور دہشت گردوں کو پھانسی دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے، جہاں کوئی مسلمان گائے کے ساتھ نظر آیا اس کی خیر نہیں، حالت یہ ہے کہ آج مسلمان گائے پالنے سے ڈرتا ہے کہ کہیں گنہگار نہ پائی کر کشاکش کرنے والے ”مسلحہ“ انہیں گائے کے ساتھ دیکھ نہ لیں، گائے سڑکوں پر بے پار و مددگار ماری ماری پھرتی رہے کوئی فرق نہیں پڑتا، چارہ نہ ملنے پر کوڑا بچھا کھائے کوئی غم نہیں، گاڑی والے اسے سڑکوں پر چپکا کر چلے جائیں کوئی تکلیف نہیں، پتھراؤ اور زخمی ہو کر بے موت مرے کسی کو فکر نہیں، لیکن جیسے ہی گوشت لے جاتا ہوا کوئی مسلمان نظر آجائے، گنہگار کشاکش کا ”گنہگار“ کے تعلق سے ”پیار“ امیڈ نے لکھا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں گنہگار کشاکش کی خونی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے جو گوشت لے جانے والے کو بے رحمی سے پھانسی دے کر موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے اور بعد میں جانچ کر لے پر پتہ چلتا ہے کہ وہ گوشت گائے کا نہیں بکرے یا مرغی کا تھا، اس سرعام غنڈہ گردی کے لئے ان بے لگام غنڈوں سے نہ کوئی باز پرس کرتا ہے نہ ہی کسی قصور وار کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی ہے، آخر کون ہے اس کا ذمہ دار

میں یہ ضرور کہا کہ ”گنہگار کشاکش کے نام پر کسی کی ہتیا کرنا، کیا بھی گنہگار کشاکش ہے؟ ایسا ہرگز نہیں چلے گا“، لیکن ہم یہ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ یہ گنہگار کشاکش کے نام پر ”غنڈہ گردی“ کرنے والوں کو دور بارہ ایسا کرنے پر کسی کارروائی کی دھمکی ہے یا اس کارنامے پر اشارہ اظہار عیاشی اکبیل کہ پی ایم کے کسی بھی بیان کا ان گنہگار کشاکشوں پر کوئی اثر نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی اس کے لئے ان کی طرف سے کوئی عملی کارروائی ہوئی، ان کی باتیں حسب روایت محض ”جملہ بازی“ ہی ثابت ہوئیں، کیوں کہ اب بھی لہجہ گنہگار ہوری ہے، لوگ مارے جا رہے ہیں، آج تک کوئی ایک بھی قصور وار گرفتار نہیں ہوا، دہشت گردی کے نام پر ملک کے کسی بھی کونے سے ۲۴ گھنٹے میں مجرم کو گرفتار کر لینے والی ہماری پولس آج تک لہجہ گنہگار کے کسی ایک بھی مجرم کو گرفتار نہیں کر سکی، کیا یہ اپنے آپ میں ایک مضحکہ خیز اور شرمناک عمل نہیں؟

اگر حکومت کی فہم پر ایسا نہیں ہو رہا ہے تو آخر کیوں اکثریتی بے پی کے زیر حکومت صوبوں میں ہی گنہگار کشاکش بے خوف ہو کر بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں، ہمارے ایسا کچھ نہیں ہوا تھا لیکن جیسے ہی ہمتیں کمارنے آ رہے ڈی کو طلاق دے کر بی بی کی مانگ بھری، وہاں بھی گنہگار کشاکش ج ج دھج کر سڑکوں پر غنڈہ گردی کا شکار بنا کر تے ہوئے گائے لگے ج

سایاں بھنے کو قوال تو اب ڈر کا ہے کا

آرامیں ایس کے موہن بھاگوت نے ابھی حال ہی میں کہا کہ ”گائے کو پوجنے والے کبھی ہنسک نہیں ہو سکتے“ جب گائے کو ماننے یا پوجنے والے ”ہنسک“ نہیں ہو سکتے تو موہن بھاگوت بتائیں کہ اخلاق، پھلو خان اور دیگر بے قصور مسلمانوں کو مارنے والے کیا طالبانی تھے؟ یا آئی ایس آئی کے ایجنٹ تھے؟ اگر نہیں

ایک آدھ بار ہمارے پی ایم صاحب نے ڈرے سب سے لے

تو وہ کون تھے؟ انھیں کیا کہا جائے؟ آئنگ وادی، غنڈہ یا ہندو جہادی؟ کیا آپ کی نظر میں انسانوں سے کہیں زیادہ جانوروں کی اہمیت ہے؟

گائے مانتا ہے، ہنومان بھگوان ہے، ناگ دیوتا ہے، چوہا گنیش کی سواری ہے اور سوڈر وشنو کا اوتار ہے، گائے کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور کھانے والے اسے مارتے اور کھاتے بھی ہیں، ہنومان کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، ناگ کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، چوہا کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، سوڈر کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے اور کھاتے بھی ہیں، لیکن اس سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں جبکہ یہ سب کے سب پوجنے میں اور پوجے جاتے ہیں، ان کے معاملے میں انھیں پوجنے والوں کی ”دھارمک آستھا“ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس وقت یہ آستھا پتہ نہیں کہاں چلی جاتی ہے؟ کیوں نہیں جوش مارتی؟ لیکن جیسے ہی گائے کا معاملہ آتا ہے اور کوئی مسلمان اس میں ملوث نظر آتا ہے تو اس کے پوجنے والوں کی ”دھارمک آستھا“ ایسا جوش مارتی ہے کہ انھیں انسان انسان نہیں جانور سے بھی بدتر نظر آنے لگتا ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں معاملہ دھارمک آستھا کا نہیں بلکہ یہ محض مسلمانوں سے مذہبی عداوت و منافرت، بغض و حسد اور تعصب و تنگ نظری کا ہے۔

خدا نخواستہ اگر مسلمان بندر، چوہا، سانپ اور سوڈر بھی کھانے لگتے تو شاید اس پر بھی ”دھارمک آستھا“ جوش مارنے لگتی، پتہ نہیں کسی کہنے والے نے ”کس ہندوستان“ کے بارے میں کہا تھا کہ ہندوستان وہ ملک ہے جہاں انسان تو کیا پتھر بھی پوجے جاتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج پتھر تو ضرور پوجے جا رہے ہیں، لیکن انسانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں، انسان بے تصور مارے جا رہے ہیں، وہ بھی صرف وہی انسان جو مسلمان ہیں، ورنہ ہندوستان میں مسلمانوں کے سوا جو چاہے، جہاں چاہے بیف کھائے، اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں، جیسا کہ ہندوستان ہی میں گوا جیسے اور بھی کئی اسٹیٹ ہیں جہاں بیف کے استعمال کی قانونی اجازت حاصل ہے

اور اسے وہ بھی عام طور پر کاٹتے اور کھاتے ہیں جو ان جھوٹے گنور رکشکوں کے ہم مذہب ہیں، ان سے تو کبھی کسی نے کچھ نہیں کہا۔ تعجب بالائے تعجب تو تب ہوتا ہے جب ایک طرف مسلمان کے بیف کھانے یا کہیں لے جانے پر چند گھنٹوں میں ہزاروں گنور رکشکوں کی بھیڑ جمع ہو کر اس کا قتل عام کر دیتی ہے اور حکومت سے لے کر عدلیہ تک کوئی اس ننگے ناچ کے خلاف کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوتا، اگلے حکومت کے دلال اسے صحیح ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے نظر آتے ہیں، وہیں جب چھتیس گڑھ کے ضلع درگ کے راجپور میں بی جے پی کے لیڈر ہرش ورما (جو جامول نگر نغم کا نائب صدر ہے) نے ۲۰۰ روگائیوں کو چارے کے بغیر تڑپا تڑپا کر زندہ درگور کر دیا، اس وقت گنور رکشکوں کا کوئی بھی غنڈہ گروہ وہاں نظر تک نہیں آیا، یہاں دھارمک آستھا کیا کبھ کرن کی نیند سو گئی؟ بی جے پی کی مرکزی حکومت سے لے کر صوبائی حکومت تک کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں ریگی، یہ کیسی دھارمک آستھا ہے جو صرف مسلمانوں کے خلاف انگڑائی لیتی ہے؟

مسلمانوں کے ساتھ ان گنور رکشکوں کا رویہ دیکھ کر تو ہمیں خدشہ تھا کہ کہیں ۲۰۰ روگائیوں کا قاتل نہ صرف ”ہرش ورما“ بلکہ اس کے پورے خاندان کو نیست و نابود نہ کر دیا جائے، لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، کیوں کہ یہ مہاشے تو بی جے پی کے ہندو لیڈر تھے اور ”دھارمک آستھا“ تو تب جاگتی ہے، جب کوئی مسلمان ایسے کاموں کو انجام دیتا ہے، یعنی جب مسلمان مارے تو ”گنوماتا“ اور اگر کسی اپنے نے مارا تو ”سوتیلی ماتا“؟

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

رپورٹ کے مطابق ہرش ورما کے ”شگن گوشالہ“ میں گائیوں کو چارہ پانی نہیں دیا گیا، جس کی وجہ سے یہ گائیں بھوک اور پیاس کی شدت سے ٹرپ ٹرپ کر مرن گئیں، ان دو سو گائیوں کو نہایت ہی بے دردی سے جے سی بی کے ذریعہ ۴-۵-۵-۵ کر کے زمین میں گاڑ دیا گیا، یہ وہ تعداد ہے جس کا مشاہدہ پہلی نظر میں وہاں کے لوگوں نے کیا جبکہ حقیقی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، بقیہ ص ۳۷

قرآن و حدیث کی روشنی میں

# والدین کے ساتھ حسن سلوک

از: مفتی محمد شعیب منجھی صاحب مدظلہ العالی

..... کرشمہ سے پیوستہ.....

ماں کے ساتھ حد درجہ حسن سلوک بھی ماں کا بدلہ نہیں ہو سکتا، چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

۵۲۔ أَخْرِج الطَّيْرَ إِلَى الصَّغِيرِ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي حَمَلْتُ امْرَأَةً عَلَى عَنُقِي فَوَضَعْتُ فِي يَمِينِي شَيْئًا وَلَوْ أَنِّي كُنْتُ فِيهَا بِضْعَةً مِنْ لَحْمٍ لَعَضَّيْتُ فَهَلْ أَحْبَبْتُ شُكْرَهَا أَفَقَالَ: لَعَلَّه أَنْ يَكُونَ لَطْفَةً وَاحِدَةً [الصَّعَابَةُ]۔ یعنی طبرانی نے مجمع صغیر میں بریدہ سے روایت کیا ہے، ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ میں نے اپنی ماں کو شدت کی گرمی میں اپنی گردن پر دو فرسخ تک سوار کیا، وہ شدت کی گرمی ایسی تھی کہ اگر اس میں گوشت کا ککڑا بھی ڈال دیا جاتا تو وہ پک جاتا تو کیا میں نے اس کا حق و شکر ادا کر دیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید کہ وہ ایک مرتبہ مسکرانے کا بدلہ ہوتا۔

۵۳۔ وَذَكَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي عَرَفْتُ عُنْدِي وَأَنَا أَطْعَمُهَا بِهَدْيٍ وَاسْتَقْبَلُهَا وَأَوْهَنْهَا وَأَحْمِلُهَا عَلَى عَاتِقِي فَهَلْ جَازِيَهَا أَقَالَ: بَلَا وَلَا وَاحِدَةً مِنْ مَائِقَةٍ وَلَكِنَّكَ قَدْ أَحْسَنْتَ وَلِلَّهِ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْعَقْلِ كَثِيرٌ [صحیحہ الطائفتین]۔ یعنی روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میری ماں میرے پاس ہے عقل ختم ہو گئی ہے، میں اپنے ہاتھ سے اس کو کھلاتا اور پلاتا ہوں اور اس کا منہ ہاتھ میں ہی دھلاتا ہوں اور اپنے کامدھے پر اٹھاتا ہوں تو کیا میں نے اس کا بدلہ کر دیا، رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں سوئیں سے ایک بھی نہیں (ایک فیصد بھی نہیں) اور ہاں لیکن تم نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اور اللہ تم کو چھوڑے پر بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے۔

۵۴۔ رَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَجُلًا قَدْ حَمَلَ أُمَّةً عَلَى رَقَبَتِهِ وَهُوَ يَطُوفُ بِهَا الْكَعْبَةَ فَقَالَ: لَيْكُنْ عَمْرُؤُا لَوِ كُنْ جَازِيَهَا أَقَالَ: وَلَا بَطْلَقَ وَوَاحِدَةً مِنْ طَلْعِهَا، وَلَكِنْ قَدْ أَحْسَنْتَ، وَلِلَّهِ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْعَقْلِ كَثِيرٌ [الکہانترا]۔ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ شخص اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے اس کو کعبہ کا طواف کر رہا ہے، اس نے کہا: اے ابن عمر تمہاری رائے کیا ہے؟ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟ ابن عمر نے کہا: اس کی ساری مسکراہٹوں میں سے ایک مسکراہٹ کا بھی نہیں اور لیکن ہاں تم نے اچھا کیا اور اللہ تمھ کو حیرے چھوڑے پر اجر کثیر عطا فرمائے۔

۵۵۔ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَهْجُرُ وَلَدٌ وَالِدَهُ إِلَّا أَنْ يَهْجُرَ مَلُوكًا فَيَهْجُرَهُ فَيَعْتَقَهُ [مسلم]۔ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، انہوں نے کہا: کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ اس کو غلام پائے پھر اس کو خریدے اور آزاد کر دے۔

۶۔ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنِي يَرِيدُ أَنْ يَهْجُرَ مَائِي فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ وَمَالُكَ لَا يَبِيكَ [الکہانترا]۔ یعنی ایک آدمی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ میرا مال غرق کرنا چاہتا ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور تمہارا مال میرے باپ کا ہے۔ (جاری...)



پیشکش: شہزادہ عبدالرشید حضرت علامہ الاحام محمد سعید رضا خاں قادری بریلوی

# اقسام علم اور ان کے احکام

بہارِ حدیث

..... گزشتہ سے پیوستہ.....

افسوس صد افسوس کہ ”علمائے سوء“ کے دھوکے سے دینِ مسخ ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس مغالطے سے بچائے جس سے اس کی ناراضگی اور شیطان کی خوشی ہو، علمائے ظاہر میں سے جو اہل دروغ تھے، وہ علمائے باطن اور صاحبِ دل کے مقرر تھے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ”شیانِ رافعی“ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایسے بیٹھے جیسے طفلِ کتبِ استاد کے سامنے بیٹھتا ہے، آپ ان سے پوچھتے کہ فلاں فلاں امر میں ہم کیا کریں، عوام حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہتے کہ آپ جیسا تمہارا امام اس چرواہے سے پوچھتا ہے؟ آپ فرماتے کہ جو تمہیں سکھاتا تھا، اس کی توفیق اس شخص کو ملی ہے اور تم اس سے محروم ہو۔ حکایت: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یحییٰ بن معین علیہم الرحمہ معروف کرتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے، حالانکہ علم ظاہر میں وہ ان دونوں کے پہلے کے نہ تھے اور دونوں ان سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم کیسے کریں۔

حضور پر نور ﷺ سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ایسا امر پیش ہو کہ اس کو قرآن و حدیث میں نہ پائیں تو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک بختوں سے سوال کرو اور اس کو ان کے مشورے پر منحصر کرو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علمائے ظاہر زمین اور ملک کی زینت ہیں اور علمائے باطن آسمان اور ملکوت کا ستارہ۔

حکایت: حضرت حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز مرشد سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے جاتے ہو تو کس کے پاس بیٹھتے ہو؟ میں نے عرض

کی ”محاسنی علیہ الرحمہ کے پاس، فرمایا کہ بہتر ہے، ان کا علم و ادب اختیار کرنا وہ جو کلام متکلمین کا خلاف اور رد کرتے ہیں، وہ مت سیکھنا پھر جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو آپ نے فرمایا: اللہ عز و جل تجھے علم اور حدیث والا صوفی بنائے، صوفی حدیث والا نہ بنائے۔ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث اور علم حاصل کر کے صوفی بنتا ہے، وہ فلاح پاتا ہے اور جو علم سے پہلے صوفی بنتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

سوال: علوم کے اقسام میں کلام اور فلسفہ کا ذکر یعنی ان کے اچھے یا برے ہونے کا بیان کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: جس قدر مفید و لائقِ علم کلام میں پائے جاتے ہیں، ان کا خلاصہ قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور جو امور ان دونوں سے خارج ہیں، وہ یا تو نرے جھگڑے ہیں، فرقوں کے خلافیات کے متعلق تفصیل سے کلام طویل ہو جائے گا، تو یہ سب باطل اور بے ہودہ امر ہیں، جن کو طبعِ سلیم معیوب جانتی ہے اور گوشِ حق نبیؐ ان کو اپنے اندر جگہ نہیں دیتا، بعض باتیں اس قسم کی ہیں کہ وہ دین سے متعلق نہیں اور زمان کا وجود قرنِ اول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں تھا، اس وقت ان میں غور و خوض کرنا بدعت ہے، مگر اب اس کا حکم بدل گیا، اس لئے کہ اس طرح کی بدعتیں بہت ہو گئیں جو قرآن و حدیث کے مقتضاء سے رد گماں کریں اور کچھ لوگ ایسے بھی ظاہر ہو گئے، جنہوں نے بدعات کے شبہات کو نیا لبادہ اڑھایا اور ان میں عجیب و غریب توضیحات و تفسیحات کیں، اس لئے کہ گو پہلے ان امور کے جواب میں غرض کرنا منع تھا مگر ضرورت کی وجہ سے اب جائز بلکہ فرض نکلیا ہو گیا، لیکن اس قدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف راغب کرنے کا قصد کرے تو اس کا مقابلہ ہو سکے اور اس کے لئے ایک مد معین ہو۔ (جاری...)

روز: سُحُفِ رُزَقِ قَادِرِ \*

## سنِ ہجری کا آفتِ از و ارتقا

أَنْ تَحَاسِبُوا، وَلَوْ أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا۔ یومِ حساب سے پہلے اپنا احتساب کر لو اور میزانِ عمل کے قائم ہونے سے پہلے اپنا وزن کر لو۔ [مصحف ابن ابی شیبہ، جلد ۳، ص ۲۷۰]

فیک مومن کے بارے میں علمائے کرام فرماتے ہیں: حَاسِبٌ نَفْسُهُ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ يَحَاسِبَ فِي الْآخِرَةِ۔ مومن صالح وہی ہے جو دنیا ہی میں اپنا احتساب کر لے، اس سے پہلے کہ روزِ قیامت اس سے حساب و کتاب ہو۔ [شرح جلد ۸، ص ۱۲۸] لہذا ہم میں سے ہر ایک غور و فکر کرے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنی آخرت کی کامیابی کے لیے کیا کچھ اعمال کئے، فرائض و واجبات کی پابندی کا حال کیا رہا؟ اپنے اوقاتِ تعمیری کاموں میں گزارے یا نہیں؟ اپنے اہل و عیال کے لیے کیا کیا؟ اپنے معاشرے اور وطن کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دیے؟ اپنے علم و عمل میں اضافے کے لیے کیا منصوبے بنائے؟ اپنی زندگی کے شب و روز کیسے گزارے؟ کیا کبھی اس کے بارے میں بھی سوچا؟ مال کیسے آ رہا ہے اور کہاں کہاں خرچ ہو رہا؟ کیا کبھی اس بارے میں بھی کوئی خیال آیا؟ اور اب آئندہ نئے سال میں اپنی غلطیوں کا ازالہ کر کے، کیا ان سارے معاملات کے بارے میں کچھ تبدیلی لانی ہے یا اب بھی وہی کا وہی؟

ہجرت کے معنی و مفہوم

ہجرت نبوی اپنے اندر مختلف معانی و مفہیم کو لیے ہوئے ہے، جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی مشق کردہ چیزوں کو چھوڑ دینا بھی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا تَلَفَى لِللَّهِ عَقْدَةٌ۔ مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشق کردہ چیزوں کو ترک کر دے۔ [صحیح البخاری، ج ۱، ص ۵]

تو ایک اچھے مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمدردی و محبتوں کو ترک

نئے ہجری سال کی ابتدا کے ساتھ ہی ہم بارگاہِ الہی میں دعا گو ہیں کہ وہ ذاتِ پاک ہم سب پر نعمتوں اور بھلائیوں کو دوام عطا فرمائے، نئے سال کو باعثِ سعادت و برکت بنائے اور سارے جہاں کے لوگوں کے ساتھ محبت و الفت کا پیش خیمہ بنائے۔

ہجری سال کی ابتدا

یہ مبارک ایام تاریخِ انسانیت میں ردِ دعا ہونے والے ایک عظیم واقعہ ہجرت نبوی ﷺ کی یادگزارہ کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق نے اسی عظیم واقعہ سے ہجری سن کی ابتدا فرمائی، جب انہوں نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے جمع فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے اس کی ابتدا کی جائے تو بعض صحابہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مبارکہ سے اس کا آغاز ہونا چاہیے اور بالآخر اسی پر اتفاق ہوا۔ [انکسالی تاریخ، جلد ۱، ص ۹] ہجرت نبوی سے اسلامی سال کا آغاز کرنا زیادہ مناسب اس لیے بھی ہے کہ ہجرت نے حق و باطل کے درمیان واضح امتیاز پیدا کر دیا، اسی سال سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام امن و سکون کے ساتھ بلا خوف و خطر پروردگارِ عالم کی عبادت کرنے لگے، اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی جو دراصل دین اسلام کی نشر و اشاعت کا مرکز تھا۔

نیا سال اور محاسبہ نفس

نئے سال کی ابتدا گزشتہ کو تاہیوں پر نظر ثانی کر کے ان کے محاسبہ کا جذبہ بیدار کرتی ہے اور اللہ بھی ہمیں اس بات کا حکم فرماتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وَجُوهٌ لِّمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ اس دن تم سب پیش ہو گے کہ تم میں کوئی چھپنے والا چھپ نہ سکے گا۔ [پ ۲۹، سورہ الاحقاف، آیت ۸]

سیدنا عمر بن خطاب نے فرمایا: حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ



کرے، سچائی و امانت داری، حصولِ علم کی کوشش اور اس کام کی جستجو میں سرگرداں رہے، جس سے اس کی اپنی اور قوم و ملت کے عز و وقار بلند ہوں، اپنے اہل و عیال اور وطن کو نفع پہنچانے والے کام انجام دے، یہی وہ عظیم راستہ ہے جس پر چل کر رضائے الہی کے حصول کی نیت سے اجر عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اَتِمُّوا الْأَعْمَالَ بِالْإِثْقَاتِ۔ یعنی یقیناً اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ [صحیح البخاری، ۱/۱۸۱]

### ہجرت نبوی کے روشن پہلو

ہجرت نبوی ایثار و قربانی اور باہمی تعاون کی ایک عظیم مثال ہے، یہ معاشرے کے ہر فرد کو ملک و قوم کی خدمت کا درس دیتی ہے، اس بات کو عملی جامہ سیدنا ابوبکر صدیق نے اپنے سفر ہجرت میں پہنایا، جب وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو کوچ کر رہے تھے، اس مبارک سفر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اور صحبت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی، نہ صرف مال بلکہ سواری و اہل و عیال کو بھی اس وقت آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لگا دیا، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنِّیْ قَدْ اُذِنْتُ لَیْ فِی الْخُرُوجِ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق اکبر نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں بھی ساتھ ہوں؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: نَعَمْ۔ ہاں تم بھی ساتھ ہو، سیدنا ابوبکر نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان! میری ان دو ساریوں میں سے کوئی ایک لے لیجئے، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے جلدی جلدی ان دونوں حضرات کے لیے رخت سفر تیار کیا اور ان کے لیے ایک گٹھری میں کھانا رکھ دیا، سیدہ اسماء بنت ابی بکر نے اپنی چادر سے ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے اس گٹھری کو باندھ دیا، اسی لیے ان کا نام دو پٹوں والی پڑ گیا۔ [صحیح البخاری، ۳/۹۰۵، ۶۵۷]

اس واقعہ سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ خواتین نے بھی اس سفر

ہجرت میں اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور کردار ادا کیا اور ثابت کر دیا کہ خواتین بھی دینی و دنیاوی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکتی ہیں اور لیتی بھی ہیں، جب مصطفیٰ کریم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر تین ۳ راتوں تک غار ثور میں رہے، تب سیدہ اسماء ان دونوں حضرات کے لیے ضروری ساز و سامان اس غار میں پہنچاتی رہیں حالانکہ اس وقت آپ حمل سے تھیں۔

### نوجوانوں کا کردار

معاشرے کا کوئی شعبہ نوجوانوں کی خدمات سے خالی نہیں اور کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں نوجوانوں کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، واقعہ ہجرت نبوی میں بھی نوجوانوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا، جن میں عظیم نوجوان شخصیت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا شب ہجرت مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر دوسرے دن صبح اہل مکہ کی امانتیں لوٹانا آپ کا نمایاں کردار ہے۔ اسی طرح سیدنا مصعب بن عمیر کا پہلے ہی سے مدینہ منورہ پہنچ کر، اہل مدینہ کو امور دینیہ کی تعلیم سے آراستہ کر کے، ان کے قلوب و اذان کو ایثار و باہمی تعاون کے لیے بھرپور انداز سے تیار کرنا، جس کے نتیجے میں مہاجرین و انصار کی باہمی عزت و توقیر اور رحم دلی کے ساتھ ایک مستحکم اسلامی ریاست کی تشکیل میں بھرپور کردار ادا کرنا سب پر عیاں ہے۔

### واقعہ ہجرت ایک درس عبرت

اس واقعہ سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم صاحبِ دکی تعمیرات میں حصہ لیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر فرمائی، کیونکہ لوگ مسجد میں جمع ہو کر اپنے رب کی عبادت کے ساتھ ساتھ باہمی اخوت و بھائی چارگی قائم کرتے ہیں، جس سے ان کی قلبی محبت مسزید پروان چڑھتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِي اٰیْتٰكَ بِنَصْرٍ وَّ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْفَ بَنِيْنَ قُلُوْا حَمْدٌ۔ وہی ہے رب ہے جس نے تمہیں قوت دی اپنی مدد سے اور مسلمانوں کے ذریعہ اور ان کے دل ملادئیے۔ [پ ۸، سورۃ الانفال، آیت ۶۲-۶۳]

کسی اور شاعر نے بہت ہی پیاری بات کہی ہے۔

نہ یزد کا وہ ستم رہا، نہ وہ ظلم ابن زیاد کا

جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اور ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیلانے والے صوفی چشتی

بزرگ ہند کے راجا حضور خواجہ معین الدین حسن غمیری ثم انجیری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین

دین است حسین، دینا پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزد

حق کہ بنائے لا الہ است حسین

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے صدقے ہم مسلمانوں کو سچا معین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بنائے اور آپ کی شہادت عظمیٰ سے سچی لینے، حق پر چلنے اور حق قبول

کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ہجرت نبوی شریف سے جو پہلو نمایاں ہو کر ہمیں عبرت و نصیحت فراہم کرتے ہیں، وہ یہ کہ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کیا جائے، دین و دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ ساتھ ظاہری اسباب کو بھی اختیار کیا جائے، اپنی جوانی و طاقت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے، خواتین کے مقام و مرتبہ کا خوب لحاظ رکھا جائے کہ وہ حق کے معاملات میں مدد، اقوام کی ترقی اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مردوں کی بہترین معاون و مددگار ہیں، جیسا کہ یہ بات ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ایک اچھے معاشرے کے قیام میں دلچسپی سے ظاہر ہے کہ کس طرح دوسروں سے اچھے تعلقات قائم اور مضبوط کئے جائیں، اس میں ہمارے لئے یہ بھی ہے کہ قلمی و روحانی اجتماعیت اور ہدایت و ایمان کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس بھی کتنا ضروری ہے، لہذا ہم سب پر لازم ہے کہ اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے روشن پہلوؤں سے شناسائی حاصل کرتے رہیں اور ان سے درسی عبرت اور نصیحت لیتے رہیں۔

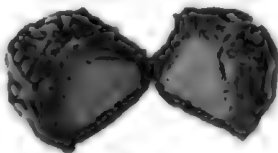
ہم سب کو گناہوں سے ہجرت کر کے نیکیوں کی طرف اور کوتاہیوں سے ہجرت کر کے عملِ خیر کی طرف جستجو کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور دوام عطا فرما، ہمیں ان نعمتوں پر فکّر اور ان کی حفاظت کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک و صاف فرما، اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سچی محبت اور اخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور ان میں دوام عطا فرما، ان کی حفاظت و فکّر کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری دعاؤں سے وافر حصہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پسندیدہ بندہ بننا، ہم سے وہ کام لے جس میں تیری رضا شامل حال ہو، تمام عالم اسلام کی خیر فرما، آمین یا رب العالمین۔



**Ajwa Dates Seed Powder**  
A Natural Cure for Your Health  
Good for Heart, Diabetes & Cholesterol  
Regulates Blood Pressure  
Purifies your blood  
Has no side effects  
Free from all preservatives

100% Natural Weight Loss capsules.  
Lose weight naturally, effectively and 100%  
working with natural ingredients, cut the  
fat and cholesterol, get rid of the tyres  
around your tummy

Can be taken by Diabetic &  
Blood Pressure patients too



Genuine Ajwa Dates with  
Ajwa Seed Powder

Available online at [www.alajwastore.com](http://www.alajwastore.com)  
Email: [sales@alajwastore.com](mailto:sales@alajwastore.com) Ph: 9820184461



# امام حسین اور ان کی شہادت عظمیٰ

[صالحی عرق، صفحہ ۱۱۸]

حسین رکھا۔

اس لئے حسین کریمین کو شیر اور شیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، سریانی زبان میں شیر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، ایک حدیث پاک میں ہے کہ: **الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اشْتَعَانِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ**۔ یعنی حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ [صالحی عرق، صفحہ ۱۸۶]

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیغامِ مکی رکھے، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ [احرف الموبہ، صفحہ ۷۰]

امام حسین کے فضائل

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ترمذی شریف کی حدیث ہے، حضرت یحییٰ بن مڑہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **جُسُفُ بْنُ يَحْيَىٰ وَآكَامُ بْنُ الْحُسَيْنِ**۔ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ سے اور حضور کو امام حسین سے انتہائی قرب ہے، گویا کہ دونوں ایک ہیں، امام حسین کا ذکر حضور کا ذکر ہے، امام حسین سے دوستی حضور سے دوستی ہے، امام حسین سے دشمنی حضور سے دشمنی ہے اور امام حسین سے لڑائی کرنا حضور سے لڑائی کرنا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **أَحَبُّ إِلَيَّ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا**۔ یعنی جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ [مفلح، صفحہ ۷۷]

اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ

واقعہ کر بلا کو آج تقریباً ۱۳۰۰ سال گزر چکے ہیں مگر یہ ایک ایسا المناک اور دل ٹکا سا لمحہ ہے جو پورے ملت اسلامیہ کے دل سے اب تک محو نہ ہو سکا ہے واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے، آپ ﷺ کے نواسے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بی بی فاطمہ ہر ارضی اللہ عنہا کے کشتِ جگر تھے، اسلامی تاریخ میں دور خلافت کے بعد یہ واقعہ اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس عظیم واقعہ پر ہلاکت و شہد اور ہلا مبالغہ دنیا کے کسی بھی دیگر حادثہ پر نسلِ انسان کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے، بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک سے جس قدر خون و شہت کر ہلا میں بہا تھا، اس کے بدلے پوری ملت اسلامیہ ایک قطرہ کے عوض ہٹکھائے رنج و غم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور لگاتار یہاں رہی ہے اور یہاں رہے گی، اللہ تعالیٰ نے واقعہ کر بلا کو ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید بنا دیا تاکہ انسان اور خصوصاً ایمان والے اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ ۵ مرفعیان سن ۴ ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی، سرکارِ اقدس ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعابِ دہن ڈالا اور آپ کے لئے خصوصی دعا فرمائی، پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور حقیقہ کیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ”سبط رسول اور رحمان رسول“ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شیر و شیر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انہیں کے نام پر حسن اور

سے محبت کرنا ہے۔

[مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۶۰۵]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ [نور الابصار صفحہ ۱۱۳]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں دائرہ مبارک میں داخل کر دیں، حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاُحِبُّہٗ وَ اُحِبُّ مَنْ تُحِبُّہٗ۔ یعنی اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے۔ [ایضاً]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعاب دہن (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدی کھجور چوستا ہے: يَمْتَصُّ لُعَابًا لِّحْسَيْنٍ كَمَا يَمْتَصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَةَ۔ یعنی مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے، انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: هَذَا اَحَبُّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلَى اَهْلِ السَّمَاءِ الْيَوْمَ۔ یعنی آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ [اشرف لموید، صفحہ ۶۵]

یتیموں اور مسکینوں سے آپ کا حسن سلوک

یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کا معاملہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کی بشارت دی ہے جو بہت بڑا انعام و اکرام ہے، رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے:

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر (یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت و خواہش ہو) مسکین اور یتیم اور قیدی کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے، بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔ [پارہ ۲۹ رکورع ۱۹]

ان آیات کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ان کی کنیز فطہ نے ان کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانگی، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر (منت) کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے، حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آکر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل رب کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان و عظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے تو یہ آیات کریمہ اگرچہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لئے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام و اکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور رب کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔



امام حسین کی شہادت کی شہرت

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی شہرت بھی عام ہو گئی، حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابہ کبار و اہل بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانہ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم و ستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کر بلا میں بہایا جائے گا۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی گود میں دیا، پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے لگا تار آنسو بہہ رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنِّیْ سَتَقْتُلُ ابْنِیْ یعنی میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی، حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور ﷺ نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرائیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹی بھی لائے۔ [مشکوٰۃ، صفحہ ۵۷۲]

ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ ابْنِیْ الْحُسَیْنِ یُقْتَلُ بَعْدَیْ بِأَرْضِ الْکُفْرِ یعنی میرا بیٹا میرے بعد ارض طیف میں قتل کر دیا جائے گا اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خواب گاہ (مقتل) کی مٹی ہے۔ [صواعق مرقۃ، صفحہ ۱۱۸]

طف قریب کو فاس مقام کا نام ہے جس کو کر بلا کہتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور

ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے، فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: اِنِّیْ اُفْتَنُکَ سَتَقْتُلُہُ یعنی آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی، اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھا دوں، پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا، جسے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو جائے گی۔ [صواعق مرقۃ، صفحہ ۱۱۸]

ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کر بلا سے گزر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کر بلا ہے، کر بلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی، پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے، انہوں نے مجھے خبر دی کہ اِنِّیْ ابْنِیْ الْحُسَیْنِ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُّقَالُ لَہُ کَرْبَلَاءُ یعنی میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا، جس کو کر بلا کہتے ہیں اور ابو نعیم اصح بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے، آل محمد ﷺ کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔ [مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۷۲]

آپ کی فضیلت کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ امام الانبیاء حضور ﷺ نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنتی ہونے کی بشارت دی

حسین کو آنے کے لئے خط لکھا، تو آپ کو فہ کے لئے حازم سفر ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ و حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا، لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کے لئے بھی ذرا سی لرزش نہ دیکھائی، یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کے لئے زمین تنگ کر دی اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا، یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی یہ ایک اندوہناک خبر تھی آپ کو زبردست صدمہ پہنچا واپسی پر نظر ثانی کیا بھی جاسکتا تھا، مگر حضرت مسلم ان کے خویش و اقارب جو وہاں موجود تھے انہیں یہ گوارا نہیں تھا، اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلہ کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے، یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے، ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کر لیا تاکہ والی عراق عبداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے، اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا، آپ نے نماز ادا فرمائی بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ کے ذریعہ حر اور اس کے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی، خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا، حرجیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلہ کو روک لیا، یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس طرح محفوظ ہے:

”اے لوگو! رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے، خدا کے حدود کو توڑتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے، دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں، رحمن سے بے سروکار ہیں حدود الہی معطل ہے، حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے، میں ان

بلکہ نو جوان جنتیوں کا سردار قرار دیا اور ان کی محبت کو ایمان کا حصہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ ”اے خدا میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن و حسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما“ بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت ﷺ کے ساتھ ان کے آل و اولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معمر کے حق و باطل اور امام حسین امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معمر کے حق و باطل جو کہ بلا میں رومنا ہوا اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۵۶ھ میں یزید ولی عہد مقرر ہوا، اس کے خلیفہ بننے ہی طوائف الملوک شروع ہو گئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہیت و آمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کر دیا تو افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے کہ ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے، اس کی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سر بلندی کی خاطر اٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق دین اسلام اس طریقہ کا داعی نہیں یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت و سلطنت ظلم و جبر اور طاقت و قوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے اور یزید کی امارت و بیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں  
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا، اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ ان پر کیسے بھروسہ کرتے چونکہ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا، اس لئے تحقیق کی خاطر اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں (ایک روایت میں ۲۷۰۰۰ لوگ) بیعت ہوئے، اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام



### پیغام شہادت امام حسین

سید الشہدہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے، اول یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرہ تک حق و صداقت پر جمار ہے، باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو، دوسری بات یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جن خرابیوں کے باعث یزید کی مخالفت کی، ویسی خرابیوں سے لوگوں اپنے آپ کو الگ کریں اور فرق و فجور والا کوئی کام نہ کریں اور نہ ویسے لوگوں کا ساتھ دیں نیز یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھا جاتے ہیں مگر جو حق ہے، وہ کبھی ماند نہیں پڑتا، کبھی مات نہیں کھاتا اور وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتا ہے۔

یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شہیریت و حسنینیت ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت امت مسلمہ کے لئے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے اسلامی زندگی اسلامی رنگ و روپ کی بحالی کے لئے صداقت حقانیت جہد مسلسل اور عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار ہو، اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے ایمان نہیں، اگر ایمانی طاقت کا رفرما ہو تو اس کے عدم و استقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، لندن کے مشہور مفکر ”لارڈ ہیڈلے“ کے بقول ”اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کا رفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں رحم و کرم، صبر و استقلال اور ہمت و جوانمردی ہرگز عمل میں آئی نہیں سکتی تھی جو آج صفہ ہستی پر ثبت ہے۔“

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ و حقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے کیونکہ پنڈت جو اہل لال نہرو کے بقول ”حسین کی قربانی ہر قوم کے لئے مشعل راہ و ہدایت ہے“ اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت امام حسین پر کہا ہے کہ۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

بقیہ ص ۱۲/۱۷

کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں، اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمہارے لئے ہدایت ہے ورنہ عہد فکلی عظیم گناہ ہے، میں حسین ہوں، ابن علی، ابن فاطمہ اور رسول اللہ ﷺ کا جگر گوشہ مجھے اپنا قائد بناؤ مجھ سے منہ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔“

اس حقیقت افروز خطبہ کا لوگوں پر کافی اثر ہوا، لیکن لالچ اور خوف کی وجہ کر چپ رہے، ۹ محرم الحرام کی رات کا وقت تھا، آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے، صبح دس محرم کی تاریخ آگئی، دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی، نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے، آپ کے ساتھ ۷۲ نفوس قدسیہ جس میں بچے بوڑھے خواتین بھی شامل تھیں، دوسری جانب ۹۰ ہزار کا لشکر جراحم حرب و ہتھیارے لیس تھے، آپ نے جس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرف رخ کرتے یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی، معاملہ بہت طویل ہو گیا، معصوم اور شیرخوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان کر بلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برس اتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بد بخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بد بخت ہے، جس کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگا دیکھتا ہوں اور وہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی، شمر لعین کے لئے بد بختی ہمیشہ کے لئے مقدر بن گئی، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ میں گئے اور شمر لعین کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا، وہ یوم عاشورہ جمعہ کا دن تھا، ماہ محرم الحرام ۱۰ھ میں یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۵۵ سال کے قریب تھی۔

لا: شیخی محمد سابر قادری لکھنؤ

# ماہِ الحرام کے فضائل و برکات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ** (انعام ۱۶۷)۔  
 اٹھارہ ماہِ الحرام میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں تامل و تدبیر کرو۔  
 ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو،  
 جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو اللہ پر ہمیز گاروں کے  
 ساتھ ہے۔ [سورۃ التوبہ آیت ۳۶]

معلوم ہوا کہ مذہب اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہارہ  
 مہینے ہیں اور محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، محرم کو محرم اس  
 لئے کہا جاتا ہے کہ اس ماہ میں جنگ و قتال حرام ہے، محرم اللہ  
 تعالیٰ کا مہینہ ہے اور یہی وہ مقدس اور حرمت والا مہینہ ہے جس  
 میں ماہِ حرام کا دن بہت ہی بابرکت اور معظم ہے، یعنی دسویں محرم کا  
 دن، یہی وہ مقدس دن ہے جس میں بڑے بڑے واقعات رونما  
 ہوئے، جس کی ہم ذیل میں مختصر واقعات تحریر کرتے ہیں حضور  
 سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب فتیۃ الطالبین میں  
 تحریر فرماتے ہیں کہ اسی دن سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
 نے مرتبہ شہادت حاصل کیا، قیامت اسی دن یعنی دسویں محرم کو  
 آئے گی، رب العالمین نے عرش پر اپنی شان کے مطابق اسی دن  
 استواء فرمایا اور علیٰ رحمت بھی اسی دن نازل ہوئی۔ [فتیۃ الطالبین]  
 اسی روز اللہ تعالیٰ نے کرسی، قلم اور آسمان کو پیدا فرمایا، اسی  
 دن سیدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت کی طرف اٹھایا گیا اور  
 پہاڑوں کو پیدا فرمایا، خیر سمندروں کو پیدا کیا، ماہِ حرام کے دن  
 اصحاب کہف کروٹیں بدلتے ہیں۔ [زمزم پبلشرز ص ۱۳۵]

ماہِ حرام کے دن سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور  
 سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نادر و گزائر ہوئی، سیدنا  
 حضرت ایوب علیہ السلام نے مرض سے شفا پائی، حضرت سیدنا  
 یعقوب علیہ السلام کی بیٹائی واپس آئی اور حضرت یوسف علیہ السلام  
 کنوئیں سے نکلے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی ملی، حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام جادو گروں پر غالب آئے۔ [عجائب القدرات]  
 ماہِ حرام کے دن فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا، اسی دن سیدنا  
 حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے سلامتی کے ساتھ اترے اور شکر یہ  
 کے طور پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ کا حکم دیا اور حضرت آدم علی  
 نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام بھلی کے پیٹ سے نکلے ماہِ حرام عظیم ترین، بزرگ برتر دن  
 ہے، اس میں ہر نیک کام بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے، ماہِ حرام  
 کے دن غسل کرنا مرض و بیماری سے بچاؤ کا سبب ہے، آگائے کریم  
 ﷺ فرماتے ہیں: من اغسل یوم عاشوراء لہ بعد مرض  
 مریضاً الا مرض الموت یعنی جو شخص ماہِ حرام کے دن غسل کرے  
 تو کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا سوائے مرض موت کے۔ [فتیۃ الطالبین]  
 حضرت محبوب سبحانی قلوب ربانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی  
 رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب فتیۃ الطالبین جلد دوم، ص ۵۴  
 میں رقمطراز ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ  
 ہم نے پچاس سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی دیکھی، اسی طرح  
 حضرت ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس یا  
 ساٹھ سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی پائی، لہذا مسلمانوں کو چاہئے  
 کہ ماہِ حرام کے دن اپنے اہل و عیال پر خرچ میں وسعت کریں  
 ماہِ حرام کے دن اپنے اہل و عیال کے واسطے گھر میں خوب خوب  
 کھانا پکھانا کرنا چاہئے۔

کیوں کہ صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من و شیع علی عیالہ فی النفقة یوم عاشوراء و شیع اللہ علیہ سائر بسنتہ قال یسفیان انا قد حزینا ہ فوجدونا کذلک۔ یعنی جو کوئی عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر نفقہ میں وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت فرمائے گا، حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔ [مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۲]

یتیموں پر شفقت و محبت

اسی طرح عاشورہ کے دن یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا بڑا ثواب رکھتا ہے، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے نعمت سرور عالم ﷺ نے فرمایا: من مسح بیدہ علی رأس یتیم یوم عاشوراء رفع اللہ تعالیٰ لہ بکل شعرة علی راسہ درجۃ فی الجنة۔ یعنی جو شخص عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس یتیم کے سر کے ہر بال کے بدلے ایک ایک درجہ جنت میں بلند فرمائے گا۔ [غنیۃ الطالبین، ج دوم ص ۵۳]

معلوم ہوا کہ یتیم کے ساتھ محبت و الفت کرنا کا خیال رکھنا باعث اجر عظیم ہے، خواہ عاشورہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو، عاشورہ کے روز صدقہ و خیرات کرنا بہت بڑا ثواب ہے، اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں اور اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔

عاشورہ کا روزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قال ان رسول اللہ ﷺ قدم المدینۃ فوجد الیہود صیاماً یوم عاشوراء فقال لہم رسول اللہ ﷺ ما ہذا الیوم الذی تصومونہ فقالوا ہذا یوم انجی اللہ فیہ موسیٰ وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسیٰ شکراً فحن نصومہ وقال رسول اللہ ﷺ فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم فصامہ رسول اللہ ﷺ وامر بصیامہ۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کو عاشورہ

کے دن روزہ دار پایا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا، لہذا سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تم سے ہم زیادہ حق رکھتے ہیں اور زیادہ قریب ہیں تو آپ نے روزہ رکھا اور دوسروں کو اس کا حکم بھی دیا۔ [رواہ البخاری و مشکوٰۃ ص ۱۸۰]

حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ الی قبلہ۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ پر گمان ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دے گا۔ [رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف]

حضرت علامہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا، عاشورہ کے روز جیل خانہ سے بھاگ گیا، کافراں کے تعاقب میں لپکے، جب اس کے قریب پہنچ گئے تو مسلمان قیدی نے دعا مانگی، الہی یوم عاشورہ کی برکت سے مجھے ان سے نجات عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے کفار کو اندھا کر دیا اور وہ اس کو نہ دیکھ سکے، اس نے عاشورہ کا روزہ رکھا، جب رات آئی تو کھانے کے لئے کوئی چیز میسر نہ آئی، بھوکا پی سوغیا، خواب میں اس نے دیکھا کہ ایک فرشتہ شربت لایا ہے، اس نے اس کو پی لیا، اس کے بعد وہ دس سال زندہ رہا اور اس کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ [نزہۃ المجالس، جلد اول ص ۱۳۵]

یوم عاشورہ کے ممنوعات

عاشورہ کے دن سیاہ کپڑے پہننا، سینہ کو بنی کرنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، نوحہ کرنا، چھری، چاقو سے بدن زخمی کرنا، جیسا کہ رافضیوں کا طریقہ ہے، حرام اور گناہ ہے، ایسے افعال شنیعہ سے اجتناب کلی کرنا چاہئے، ایسے افعال پر بخاری، مسلم، مشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، ان سے بچنا ہر اہل ایمان کے لئے ضروری اور اشد ضروری ہے۔



ایک عبرت ناک واقعہ

عاشورہ کے روز ایک فقیر رے کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اللہ کے نام پر اس دن کے حق کے لئے کچھ دو، قاضی صاحب نے منہ پھیر لیا اور اسے کچھ نہ دیا، ایک نصرانی نے دیکھ کر اتنا دیا کہ وہ راضی ہو لیا، جب رات آئی تو قاضی نے خواب میں دیکھا کہ ایک محل سونے اور دوسرا قوتِ احمر کا بنا ہوا ہے، پوچھا یہ محل کس کے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ یہ تیرے پڑوسی فلاں نصرانی کو دے دیئے گئے ہیں، جس نے فقیر کی حاجت پوری کی تھی، جب قاضی بیدار ہوا تو نصرانی کے پاس جا کر اس نے کہا کہ ایک لاکھ روپے لے لو اور جو فقیر کو خیرات دے کر ثواب حاصل کیا ہے، وہ مجھے دیدو، نصرانی نے کہا کہ اگر تو ایک محل کی چوکھٹ کے ایک لاکھ روپے دے تو تب بھی میں وہ ثواب تجھے دینے کے لئے تیار نہیں ہوں اور اس نے کلمہ شہادت اشہد ان الا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، دیکھا آپ نے کہ عاشورہ کے دن صدقہ خیرات کیا رنگ لاتا ہے۔ [جلد اول ص ۱۳۶]

روض الافکار میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے عاشورہ کے روز سات درہم خیرات کئے اور سال بھر اس کے عوض کا انتظار کرتا رہا، جب دوبارہ عاشورہ کا دن آیا تو اس نے ایک عالم دین کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص عاشورہ کے دن ایک درہم خیرات کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں ایک ہزار درہم عطا فرمائے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ بات تسلیم نہیں کرتا کیونکہ میں نے پچھلے عاشورہ کے دن سات درہم خیرات کئے تھے اور پورا سال گزر گیا ہے مگر مجھے اس کے بدلے بھی تک کچھ ابھی نہیں ملا، جب رات آئی تو ایک آدمی سات ہزار درہم لے کر اس شخص کے پاس آیا اور کہا: اے جھوٹے! یہ سات ہزار درہم پکڑ، اگر تو قیامت تک صبر کرتا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوتا مگر تو نے صبر نہ کیا۔ [ایضاً ص ۱۳۷]

عاشورہ کے نوافل

عاشورہ کی رات کے تعلق سے بہت ساری نمازیں مرقوم ہیں، طوالت کے سبب یہاں اختصار سے کام لیا جا رہا ہے، جو شخص اس رات میں چار رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف

کے بعد پچاس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس گزشتہ اور پچاس سال آئندہ کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لئے ملا اعلیٰ میں ایک ہزار محل تیار کرتا ہے۔ [ماہیت من السنہ ص ۱۶]

اسی رات دو رکعت نفلِ قبر کی روشنی کے واسطے پڑھی جاتی ہے، جن کی ترکیب اس طرح ہے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے، جو آدمی اس رات میں یہ نماز پڑھے گا تو اللہ قیامت تک اس کی قبر روشن رکھے گا۔ [جواہر نبی]

آقائے کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو عاشورہ کے روز چار رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل ھو اللہ احد گیارہ گیارہ بار پڑھے تو اللہ اس کے پچاس برس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لئے ایک نورانی ممبر بنا تا ہے۔ [نزہۃ المجالس، ج ۱ ص ۱۷۶]

اعمال عاشورہ

مجلس محرم کا انعقاد اور ایصالِ ثواب کی نیت سے نذر نیا ز کرنا، سبیل لگانا اور شربت دودھ وغیرہ پلانا معمولاتِ اہل سنت سے ہے جو باعثِ خیر و برکت ہے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ماں فوت ہو گئی ہے فای الصدقة افضل قال الہام ففخر بئر او قال لہذا لام سعد۔ تو کون سا صدقہ افضل ہے جو ماں کے لئے کروں فرمایا پانی تو انہوں نے کنواں کھدوا دیا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ [ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ]

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ لہذا لام سعد کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا گیا ہے، اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ یا خیرات کی جائے، اگر اس صدقہ، خیرات اور نیا ز پر مجازی طور پر نام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ہے یا یہ کھانا یا یہ نیاز صحابہ کرام اہل بیت اطہار یا حضرت غوث اعظم یا حضرت خواجہ غریب نواز کے لئے ہے، تو ہر گز ہر گز اس سبیل کا پانی، وہ کھانا اور نیا ز وغیرہ حرام نہ ہوگا، ورنہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اس کنویں کا پانی بھی حرام تھا، جس کنویں

قال الله تعالى  
فلا تقل لهما أف ولا يحزنا  
وقل لهما قولا كريما

## برائے اہل ثواب

مرحوم بشیر احمد خواجہ احمد انصاری

## منجانب

صاحبزادگان مرحوم بشیر احمد خواجہ احمد انصاری

١٤٤٤

کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ معد کی ماں کے لئے ہے، اس کنوین کا پانی حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام، تبعین تبع تابعین اور اہل مدینہ کے نزدیک حلال و طیب ہے تو جس سبیل کے پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ہے یا یہ نیاز وغیرہ فلاں کے لئے ہے تو وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حلال و طیب ہے۔

مذہب خفی کی معتبر و مشہور کتاب ہدایہ شریف میں ہے کہ  
ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغير صلواتا وصوما او  
غيرها عند اهل السنة والجماعة۔ بے شک انسان اپنے عمل کا  
ثواب کسی دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز کا ہو یا روزہ کا ہو یا  
صدقہ و خیرات وغیرہ کا ہو یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

دعا ہے مولائے کریم، ہم مسلمانوں کو حضرت امام عالی مقام  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری اور غیرت و دینی کا صدقہ عطا  
فرمائے، آپ کی سچی محبت اور معمولات اہل سنت پر عمل کی توفیق  
عطا فرمائے آمین۔

42 43 44

مَنْ كَانَ بِأَمْرِ بَوَالِدَيْهِ  
فَلْيَحَافِظْ عَلَيْهِمَا ذَلِكَ

## برائے ایصال ثواب

مرحوم عبدالغفار دین محمد انصاری

## منجانب

صاحبزادگان عبدالغفار دین محمد انصاری مرحوم

## Sahil Group of Hotels

حضرت یزید بن مازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایا کہ میری عمر علی اللہ تعالیٰ عنہ سے کم ہے اور اس کا راجہ جب  
دوسرا ملے گا اس سے ملے گا جیسا کہ صحابہ کرتے تھے تو اللہ کے چہرے سے پہلے ان کے چہرے سے ملے گا۔



**BR**  
**BARADARI**  
**RESTAURANT**

*We Serve Taste.....*

Address

**Vanjarpatti Naka, Bhiwandi**  
Distt. Thane - 421 302, Maharashtra

Ph: 02522-221022 Mob: 9763701022, 8888614400

لڑ: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم قادری

# اسلام اور استحسان آدمیت

صرف اسلام کا دامن ہے جو سکون و قرار کے لہو و مرجان سے لبالب ہے، یہ صرف اسلامی تعلیمات ہے جس کے دامن سے آپ حیات کے ہزاروں شفاف چشمے بہتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کی سب سے باکمال خوبی یہ ہے کہ دوسروں کی طرح صرف جسم پر نظر نہیں رکھتا بلکہ دل پر بھی خصوصی توجہ دیتا ہے، اس تاریخی چوائی اور زمینی حقائق سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس زمانے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، اگر اس زمانے کی دہشت گردی کو آپ دیکھیں گے تو شاید اپنے زمانے کی دہشت گردی کو بھول جائیں گے، اگر اس زمانے کے ظلم کو دیکھیں گے تو اس زمانے کا ظلم ہلکا نظر آئے گا، مگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے روتی دنیا، بکتی انسانیت، سسکتی فضا اور چیختی روحوں کو اپنی سیرت و کردار کے معطر پھولوں، اپنی عادت و اطوار کے منور چراغوں اور رحمت و رافت کے مبارک پھولوں سے ایسا پر نور، صبر بیز اور حیات آفرین بنا دیا کہ عالمی جائزے پر دنیا اس اعتراف پر مجبور ہوئی کہ دنیا کی انقلاب آفرین، شخصیت ساز اور انسانیت نواز راستی میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اولین ذات ہے۔

پھڑت ہری چند اختر کہتے ہیں۔  
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا  
خاک کے ڈروں کو ہمدوش فرمایا کر دیا

خود نہ تھے جوہر پادروں کے ہادی بن گئے  
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو میما کر دیا  
آخر یہ سب ہوا کیسے؟ اس کنارے سے اس کنارے تک  
اور اس پار سے اس پار تک اسلام کی باد بہاری کیسے چلی؟ جان کے  
دشمن جاں نثار کیسے بن گئے؟ مومن کے پیارے محبت کے حوالے  
کیسے ہو گئے؟ لغت کے خاورستان میں لغت کے گلاب کیسے کھل

اس وقت اگر آپ دنیا کا جائزہ لیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ہر طرف اضطراب ہے، ہر طرف بے یقینی اور بے یقینی ہے، ہر طرف اداسی و مایوسی ہے، کہیں راکٹ کی سنناٹاٹ ہے تو کہیں میزائل کی کرکراہٹ، کہیں گولی کی آوازیں ہیں تو کہیں کسی بلے سے اٹھتی ہوئی درد بھری آہیں، آہ و کراہ سے بھری اس دنیا سے اگر آپ پوچھیں کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے تو دنیا بیک آواز جواب دے گی "امن و سکون" کی، آج ہم میں سب کچھ ہے مگر سکون جس کی ضرورت بنیادی حیثیت رکھتی ہے، جس کے بغیر سب کچھ رکھ کے بھی ہم پریشان ہیں، وہی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ دولت رکھ کر بھی ہم آرزوہ ہیں، مال کی ریل تیل ہے مگر ہم بھول ہیں، ہماری آنکھ میں آلسو ہے پیشانی پر ٹھکنیں ہیں، چہرے پر افسردگی ہے دل میں ہزاروں ٹھکنیں ہیں، سامان حرب و حرب بلکہ میزائیل، بم و ایٹم رکھ کر بھی ہم ہر وقت خطرے میں ہیں، ہمہ دم لرزناں و ترساں ہیں، لیکن یہ یہ سوال بے تابانہ چلتا ہے کہ وہ مال کس کام کا جس میں اطمینان نہ ہو، وہ دولت کس کام کی جس میں سکون نہ ہو، وہ اسباب و حوال کس کام کے جس میں جوہر آرام نہ ہو، مالی منتظرانے کا یہ وہ موڑ ہے جہاں دنیا کا ہر مذہب، دنیا کا ہر کلچر بلکہ دنیا کا ہر ظلم و ہنر عاجز و درماندہ ہے، اس لیے کہ ان سب کے پاس آرائش جسم کے تو ہزاروں سامان موجود ہیں مگر آرائش دل کے لیے کچھ بھی نہیں، اگر مسلسل یہ دنیا سکون سے خالی رہی تو بکھر جائے گی، اجڑ جائے گی، تو پھر دوسرا اور اہم سوال ایسے میں یہ اٹھتا ہے کہ دنیا کو بچایا کیسے جائے؟ اس کی روٹی ہوئی مسرت کی بازیابی کیسے ہو؟ اس کی روٹی بھینکی بلکہ جھوٹی مسکراہٹ کو ہمیں حقیقی مسکراہٹ کا روپ کیسے دیا جائے تو اس کا جواب صرف ایک ہے، اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں، بے قرار دنیا ہمیں پناہ لے گی تو اطمینان ملے گا، یہ



گئے؟ تو اس کا صرف ایک جواب ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شخصیت اور آپ کی باکمال سیرت کی برکت سے، یہاں پر اسلامی تعلیمات کے آفاق سے دو تین تارے جن کر مضمون کے دامن میں ٹانگنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ میرے دعویٰ کو دلیل کا ہمالہ مل جائے۔

(۱) آج ہی کی طرح بعثت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قبل بھی انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، کسی کو کسی معمولی بات پر بھی قتل کر دینا ان کی فطرت بن چکی تھی، اسلام نے رومنائی کے بعد اس سلسلے میں متواتر ہدایات جاری کئے، دفعات نافذ کئے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نجی و عمومی مجلسوں میں انسانی جانوں کی اہمیت سمجھائی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنی ارشادات کے ذریعہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن اور لگن کی تائید فرمائی، مثلاً قرآن کی ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے:

”جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔“ [سورہ مائدہ/۳۲]

دیکھئے قرآن مجید اس آیت میں ایک انسانی جان کی عظمت بتا رہا ہے کہ ایک انسان کی جان ایک طرف اور پوری انسانی دنیا کی جان دوسری طرف، یعنی کسی ایک مقتول انسانی جان کو ترازو کے پلڑے میں رکھئے اور پوری زندہ انسانی جان کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھئے تو دونوں پلڑوں میں برابر نظر آئے گا، گویا کہ کسی نے ایک انسان کو ناحق مار دیا تو اس نے پوری انسانی برادری کی جان لے لی، یہ صرف اسلام ہے جس نے پہلی بار اتنے بامعنی انداز میں انسان کی اصل قدر و قیمت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اسلام کی یہ پیشکش نادر اور منفرد تھی اور رہے گی، اس کی اتنی قدر و قیمت اس لئے ہے کہ رب قادر و قدیر نے اپنی تمام تخلیقات میں صرف تخلیق انسانی پر ناز فرمایا ہے اور اس کے سر پر ”لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم“ کا تاج زریں سجایا ہے، تو جس رب رحیم و کریم نے اتنے ناز و انداز سے انسان کو پیدا فرمایا ہے، وہی اس کی اہمیت بھی سمجھا رہا ہے تاکہ لوگ جان تلفی نہ کریں بلکہ

جان نوازی کر کے رب کی خوشبودی حاصل کریں۔

(۲) انسان تو پھر انسان ہے اسلام حیوان کو بھی ستانے، مارنے اور تکلیف پہنچانے سے سختی سے منع کرتا ہے، ایک سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سواری کے جانور کو اس کے ٹھیک سے نہ چلنے یا شرارت کرنے پر مارا تو رحمت عالم ﷺ نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: عائشہ ”نرمی کو لازم کر لو اور سختی سے بچو، جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے جدا کر لی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔“ [مسلم شریف]

کاش آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا یہ نور آج کے انسانوں کی روح میں سرایت کر جائے تاکہ اس کے اندر سے سختی نکل جائے، اس میں نرمی آجائے، ظلم نکل جائے انصاف آئے، درندگی نکل جائے درخشندگی آجائے، دیکھئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پیاری بیوی نے اگر اونٹ کو مارا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی ٹوکا اور ہدایت فرمائی، نرمی اختیار کرنے کا فائدہ اور سختی کا نقصان ان کے سامنے آشکارا فرمایا، اونٹ تو پھر اونٹ ہے کہتے ہیں اس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی، مرغی تو چھوٹی سی سیدھی سادی چیز ہے مگر دیکھئے اسلام میں چھوٹی جان کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی بڑی جان کی، اگر کوئی مرغی کو ستائے تو اس کا کتنا بڑا نقصان ہے، پڑھئے اسلام کا نظام عدل اور دیکھئے اسلام کی ہمہ گیر رواداری۔

(۳) حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”اگر کوئی شخص مکمل طور پر نیکیاں کرتا رہے اور اگر اس کی ایک مرغی بھی ہے جس سے وہ برابر تازہ کرتا ہے تو اسے نیک کام کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔“ [رسالہ قشیرہ]

کہاں ایک طرف صرف نیکیاں نہیں مکمل طور پر نیکیاں کرنے والا اور کہاں ایک ننھی سی جان مرغی مگر یہ اسلام ہے جو جان کی قدر کرنا سکھاتا ہے، یہ اسلام ہے جو چھوٹی جان اور بڑی جان میں امتیاز نہیں کرتا اور ہزاروں نیکیوں کے باوجود مرغی کے ستانے پر اسے نیکو کار نہیں کہے جانے کی تلقین کرتا ہے، جو اسلام مرغی کی جان کو اتنی عزت دیتا ہے وہ اسلام دہشت گردی کا داعی کیسے ہو سکتا ہے؟

ہے، پھر نتیجے کے طور پر وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے جس سے انسانیت لرز اٹھے، آدمیت تڑپ جائے، جیسا کہ دنیا آج داعش کی شکل میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، وہ مظلوموں کی آہیں، وہ بیواؤں کے نالے، وہ یتیموں کے شیون، وہ بے سہاروں کی فریادیں، وہ زخم خوردوں کی چیخیں، یہ سب کیا ہیں؟ نہ یہ اسلام ہے اور نہ یہ اسلام کی تعلیم، اسلام تو مروت و محبت، پاسداری و رواداری، یگانگت و ہمدردی، جاں نثاری و جاں سیاری، بھائی چارگی و عگساری کا مرقع ہے جیسا کہ سطور بالا میں ہم نے چند جھلکیاں دکھائی ہیں، ایسے حال و ماحول میں شدت سے یہ ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ دنیا کے سامنے دنیا کی تمام زبانوں میں اسلامی اخلاق و آداب، روش و تعلیمات، عالم نواز تصورات بہت سہل، شگفتہ اور شیریں اسلوب میں پیش کیا جائے، جس دن ہم مسلمان اسلام کا حقیقی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے وہ دن دنیا کے لئے امن اور اسلام کے لئے غلبہ کا دن ہوگا۔

حاصل محصول یہ کہ اسلام سلامتی کا علمبردار اور امن و سکون کا داعی ہے، دنیا میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ہر جان کی قدر کرنے کی تلقین کرتا ہے، یہ اسلام ہی ہے جسے انصاف سے محبت اور ظلم سے نفرت ہے، یہی وہ مذہب ہے جو انسان تو انسان، حیوان سے بھی ہمدردی کی ہدایت دیتا ہے، اسلام کی تعلیمات سے عیاں ہے کہ جو سچا مسلمان ہے وہ دہشت گرد نہیں ہو سکتا اور جو دہشت گرد ہو، وہ سچا مسلمان نہیں ہو سکتا، اسلام کا پیغام دنیا کے نام آج بھی یہی ہے کہ ۔

چاند سا کردار اپناؤ اے میرے دوستو  
داغ اپنے پاس رکھو روشنی بانٹا کرو

### قارئین کرام

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں تاکہ آپ کے مفید مشوروں سے اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جاسکے، جامعۃ الرضا، حضور تاج الشریعہ اور مرکز اہل سنت کی دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے ماہنامہ سنی دنیا کا مطالعہ کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

راستی کی تیغ تھی جو تھی مسلمانوں کے پاس خنجر آہن نہیں وہ خنجر اخلاق تھا اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا یہ شعوری نتیجہ ہے کہ لوگ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے میں بے باکی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس با مقصد غلطی کی تین وجہیں میری نظر میں ہیں:  
اول: اسلام کی حقیقی تعلیم سے نا آشنائی۔

دوم: اسلام کی بقا اور ارتقا سے حسد۔

سوم: بنام اسلام و مسلمان کچھ عاقبت نا اندیش لوگوں کی عاقبت نا اندیشانہ حرکت و عمل یہ تیسری اور آخری دفعہ ایسی ہے جس نے اسلام مسلمان اور انسانیت سب کو اپنے ظالمانہ روش سے شرمسار کر رکھا ہے، اگر حقائق کا منصفانہ نظروں سے آپ محاسبہ کریں تو آپ کا ضمیر آپ کا منصف بن کر جواب دے گا کہ یہ سب بطن و ہابیت سے جنم لینے والے کیرے مکوڑے، فرقے، جماعتیں اور تنظیمیں ہیں جنہوں نے دنیا کو شعلہ بد اماں اور جہنم زار بنا رکھا ہے، ان کی اس جرات و حشاشہ کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے افکار و نظریات محبت کے ساتھ عظمت نبی کے لوازمات سے یکسر خالی ہیں، ان کی نظریں ہر وقت محبوب خدا علیہ التحیہ و الثنا کی حیات و صفات میں عیب و نقص ڈھونڈنے میں لگی ہیں، نبی سے جب محبت ہوتی ہے تو نبی کے فضائل و محاسن سے بھی محبت ہوتی ہے، بلا وجہ کوئی کسی کی تعریف کیوں کرے گا؟ ہم اہل سنت و جماعت نبی کی تعریف پر تعریف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی محبت عظمت کے ساتھ ہمارے دل میں جا گزریں ہے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عارف باللہ عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تو ارشاد فرماتے ہیں ۔

ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے  
کی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے

نبی سے سچی محبت ہوتی ہے تو دل میں سوز و گداز ہوتا ہے، نرمی اور ملائمت ہوتی ہے، ایک دوسرے کی قدر کرنے کی توفیق ملتی ہے، اخلاص کی شیرینی اور اخلاق کا جمال ملتا ہے اور اگر اسی میں کمی ہو جائے تو انسان درندہ صفت، حیوان فطرت ہو جاتا ہے، اس کی نظر میں ظلم، ظلم نہیں رہتا، حسن و قبح پر کھ کی قوت ختم ہو جاتی

# اسلام اور تلوار

ان شیعہ ائمہ الملک حضرت علامہ حیدر خاں بریلی علیہ الرحمہ

تذکرہ کے عنوان سے ایک نئے کالم کا آغاز کیا ہے جس کے تحت حالات کے موافق اور افادیت سے ہم پر انکارین اہل سنت کی قدیم تحریریں دوبارہ شائع کی جائیں گی اس شمارے میں مجدد الملک حضرت علامہ حیدر خاں بریلی علیہ الرحمہ کی تحریر شائع کی جارہی ہے جو اسلام اور تلوار کے عنوان سے ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف، ماہ جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ تحریر رسالے کے صفحات پر آج بھی اپنی اہمیت و افادیت کی خوشنصیب رہی ہے جسے پڑھ کر بہت ہی دلچسپی اور دلچسپی سے لگا ہے۔ لکھی چکا کہ ابھی باب اپنی خاکستری میں (تاریکی)

دنیا اسی حماقت میں (من جملہ اور حماقتوں کے) مبتلا تھی کہ وقت پر وہ اٹھتا ہے: ایک وجود مسعود وحشی ترین لوگوں میں پیدا ہو کر بیکارنگ دنیا، اخوت و مساوات کا مصلحہ پڑھتا ہے، بادشاہ کی ہستی کو اس اعلیٰ نشین کہہ پائی سے گرا کر اس کی تمام خود ساختہ بزرگی و تقدس پر پانی پھیر دیتا ہے اور دماغوں میں ایسا انقلاب عظیم پیدا کرتا ہے کہ سوائے خدا کے واحد کے کسی اور ہستی کی حقیقت ان کی نگاہوں میں ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہتی ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ایک واقعہ دلچسپی سے غالی نہیں، یرموک کی جنگ میں شہنشاہ روم کی طرف سے ہابان سپہ سالار فوج تھا، قبل جنگ سلسلہ سفارت شروع ہوا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیرین کربان کی فوج کی طرف گئے، رومیوں نے اپنی شان و شوکت دکھانے اور عربوں کو مغلوب کرنے کے لئے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ تمام فوج کو اسلحہ میں غرق کر کے دور یہ پرے جمائے اور فیس ترین قاتلین و فروش خیمہ میں بچھائے لیکن حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چیز کو حقارت سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔

مترجم کے ذریعہ لنگو شروع ہوئی، ہابان نے بعد تعریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیصر کی بڑائی شروع کی، حضرت خالد نے مترجم کو روک کر کہا کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا لیکن ہم نے جسے سردار بنا رکھا ہے اگر اس کو ایک لحظہ کے لئے بادشاہی کا خیال آئے تو ہم اسے معرول کر دیں، اسی طرح جنگ قادسیہ سے قبل فارسیوں کے سردار رستم سے سفیر اسلام حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ

کا رخا غیہ قدرت کی بواغچیاں اور ظلم کرہ ہستی کی نیرنگیاں اکرا یک گروہ کے لئے مجبور عقل ہوئی ہیں تو دوسری جماعت پر ایسے حقائق و انکشافات کے دروازے کھولتی ہیں کہ وہ اصول جن کو دنیا اپنے زعم میں کل تک ناقابل ابطال تسلیم کئے ہوئے تھی، آج مثل تکویم کہہ پا رہا ہو جاتے ہیں اور تعزین علوم و فنون کو اپنی پیش پا افتادہ غلطی پر نہ صرف تعجب ہی ہوتا ہے بلکہ بے اختیار غمی آتی ہے، تاریخ کے صفحات اس قسم کے واقعات سے لبریز ہیں صرف ایک مثال ہمارے موضوع کی وضاحت میں کفایت کرے گی۔

مدتِ مہمدت سے جو دنیا اپنے عظیم بادشاہ کو مافوق البشریت تسلیم کئے ہوئے تھی، اسلام سے قبل کہیں وہ خدائی فوجدار تھا جس کا حکم بے حکم خدا مانا جاتا تھا اور جس کے حکم کی عدم تعمیل خداوندی ناخوشی کا باعث تھی، کہیں اس کو آدھار، تسلیم کرتے تھے اور کہیں تو اس کو بالکل انسانی جامد میں خدائی تسلیم کرتے تھے، اس کے ہر حکم کی تعمیل فرض، اس کے چشم و ابرو کے اشاروں پر چلنا نہایت داریں کا باعث اور اس کی حرکت و سکون، رفتار و کفایت قابل تقلید، اس کے ارشاد پر کفایت جینی ناقابل غنوغناہ اور اس کے فرمان کی عدم تعمیل ہمیشہ کے لئے مذاب آخرت کو موجب، اس وقت کی تمام متمدن اقوام کی ذہنیت غلامی کا یہی حال تھا۔

شہنشاہ روم، شاہ فارس اور بادشاہان ہند سب اسی قسم کے فرمانروا تھے، یہ اس وقت دنیا کی مہذب ترین قومیں تھیں اس لئے کہ عرب تو اس وقت بربریت و جاہلیت کے تنگ دھار یک فار سے باہری نہیں آیا تھا۔



عنه نے یہ الفاظ استعمال کئے کہ:

”تمہاری طرح ہم لوگوں میں یہ دستور نہیں ایک شخص خدا بن کر بیٹھے اور تمام لوگ اس کے آگے بندہ ہو کر گردن جھکائیں۔“ اسلام کے اس انقلاب کن پہلو پر نظر ڈال کر بہت سی عقلیں متحیر رہ گئیں لیکن وہ جن کو ازل سے عقل سلیم عطا ہوئی تھی دنیا کی پچھلی جماعتوں پر بے اختیار ہنس پڑے اور بزبان حال کہا۔

خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا فساد تھا۔

ہم قارئین کرام سے اس طویل تمہید کی معافی مانگتے ہوئے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایک عظیم واقعہ یا حادثہ سے کس طرح بے بنیاد اصول کی جو کٹ جاتی ہے اور حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔ قبل جنگ عظیم کا ایک وہ زمانہ تھا جب کہ اعدائے اسلام مذہب حق کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے تھے اور نہ صرف سراپا لغو و مہمل اعتراضات ہی پر بس کیا جاتا تھا بلکہ افتراء بہتان اور کسمان حق پر کمر ہمت چست باندھے اپنے خیال میں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا تھا، فصیح و بلیغ لکچروں میں، ضخیم و متداول کتابوں میں من جملہ اور امور کے خصوصیت کے ساتھ تعدد از دواج اور اسلام کی لڑائیوں پر پر زور بحثیں کی جاتی تھیں۔

اگر اؤل سے اسلام کو خلاف اخلاق کہا جاتا تو ثانی سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر بدنام داغ رکھا جاتا تھا اگرچہ علمائے دین دلائل قاہرہ سے ان ضعیف اعتراضوں کو مثل تار عنکبوت پارہ پارہ کر دیتے تھے لیکن وہاں تو پردہ غفلت ایسا پڑا تھا کہ اٹھتا ہی نہ تھا اور ”مرغ کی ایک ہی ٹانگ“ کہنے کی دل میں ٹھکان لگی تھی۔

جب دلائل و براہین ہٹ دھرمی و بیباکی پر غالب نہ آسکے تو قدرت نے شان جمال کو شان جلال سے بدلا اور دنیا کو راہ راست پر لانے کے لئے قہر الہی جنگ یورپ کی شکل میں رونما ہوا اور آخر دنیا کو اسلام کے زربین اصولوں کے سامنے تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔

جنگ یورپ سے قبل اگر علمائے اسلام جنگ کو مدافعت کا ذریعہ اور اعلیٰ ترین اصول کی حمایت میں استعمال کرنے کا ناگزیر آہ بتاتے تھے تو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا تھا کہ ایسے اصول ذاتی مفاد کے لئے وضع کر لینا کتنی بڑی بات ہے، کہا جاتا تھا کہ اسلام تباہ

کن مذہب ہے اور اس مذہب نے قتل و غارت و تباہی کی بنیاد قائم کی، اسلام پر یہ افتراء قائم کئے جا رہے تھے تو جنگ یورپ شروع ہوئی، دفعۃً پانسا پلٹا اور مدعیان امن و صلح نے بعینہ اسی اصول کی حمایت میں جو اسلام نے اختیار فرمایا تھا، لڑائی شروع کر کے بے تعدا جانوں کا خون روا رکھا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب جرمنی نے بلجیم پر حملہ اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ یورپ کو ختم کرنے کا عزم کیا تو سارے مدعیان صلح و آشتی نے یہ کہہ کر کہ بلجیم کی حفاظت کی معاہدہ کی بنا پر جرمنی کے خلاف اعلان جنگ ایک اخلاقی فرض ہے اتحاد و اتفاق کیا اور یہ عذرات پیش کئے کہ کمزور قوموں کی حفاظت اور ان کو طاقتور قوموں کا لقمہ بننے سے بچانا ایک اہم فرض ہے اور بنی نوع اصل یہی خواہی یہ ہے کہ مدافعانہ جنگ قابل فخر اور لائق عزت امر ہے، یہ کہ بلند اصول کی حمایت میں جان سے دریغ کرنا بدترین دون ہستی اور انسانیت کا خون ہے، یہ عذرات مدبران سلطنت ہی کی طرف سے پیش نہیں کئے گئے تھے بلکہ بڑے بڑے پادریوں نے خطبوں، جلسوں اور گرجاؤں میں ان کا اعلان کیا تھا، جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مقولہ کہ ”میں تلوار اور آگ کے ساتھ آیا ہوں“ نظیر میں پیش کیا، انگلستان میں لندن کے ایک بڑے پادری نے اپنے لکچر میں کہا:

”اگر ہم ایک بد وضع سپاہی کو ایک بچے کے ساتھ برابر تاؤ کرتے دیکھیں تو کیا ہم کو خاموش کھڑا رہنا چاہئے؟ نہیں بلکہ ہم کو سپاہی کو سرعت و سختی کے ساتھ روکنا چاہئے، کمزور اقوام اپنے حقوق کے لئے لڑتی ہیں اور طاقتور اقوام کو کمزور اقوام کے دشمن کو زیر کرنے میں مدد دینا چاہئے۔“

کیا ایک مسلمان ان مدعیان امن سے یہ کہہ نہیں سکتا کہ کیا یہی بلکہ ان سے بھی زبردست اسباب اسلام کی لڑائیوں کے نہ تھے؟ اگر باتیں ذاتی مفاد کے لئے وضع نہیں کی گئیں تھیں تو کیا یہ وجہ ہے کہ ان سے بہتر و اعلیٰ مفاد کے لئے تلوار اٹھانا جرم قرار پاتا ہے؟ وہ اسباب جن کی وجہ سے اسلام کو تلوار اٹھانا پڑی اس زمانہ کی کہیں زیادہ اپنی اصلی حالتیں رونما تھیں، حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی کیا حالت تھی اس کا حال مختصر عرض کیا جاتا ہے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے وہ زمانہ تاریک ترین زمانہ تھا اخلاق کو دیکھو تو ایسی خرابی نظر آئے گی کہ اس سے بدتر تصور ہی نہیں ہو سکتی، پارس میں مزدک کے اصول کے ماننے والے بکثرت تھے آج جس نے ہر عورت کو ہر مرد کے واسطے جائز قرار دے دیا تھا، محرمات وغیرہ کی کوئی قید نہ تھی، اس وجہ سے جس بے حیائی اور شرمناکی کا ارتکاب ہوتا تھا وہ محتاج بیان نہیں۔

ہندوستان میں شاکتک مت کا دور دورہ تھا جس کی رو سے ہر دولہن پہلی شب مہنت کے پاس گزارنے پر مجبور کی جاتی تھی اور یہ اعلیٰ درجے کی پرستش و عبادت خیال کی جاتی تھی، وہ ممالک جن میں عیسائیت پھیلی ہوئی ایسی ہی شرمناکی کا شکار تھے۔

ہر ملک میں ننوں (وہ عیسائی عورتیں جو مذہبی عبادت کے نام پر کنواری رہتی تھیں) کے لئے گرجا تھے جن میں وہ بے حیائی کی جاتی تھی کہ معاذ اللہ۔

پھر اس سے قطع نظر حقوق العباد کو دیکھئے تو اس کا مفہوم ہی ان کے دماغوں میں نہ تھا بچپن میں لڑکیاں نہ صرف ماری ڈالی جاتی تھیں بلکہ زندہ دفن بھی کر دی جاتی تھیں، عورت کے حقوق بالکل ناپید تھے، وہ جانور سے زیادہ بدتر خیال کی جاتی تھی اس کا وجود باعث شرم سمجھا جاتا تھا، ہندوستان میں اس کو سی ہونا پڑتا تھا، حقوق ہمسایہ بالکل مفقود تھے، ایک دوسرے کی ہمدردی سے ان کے دماغ بالکل خالی تھے، اخوت و مساوات کو وہ جانتے ہی نہ تھے، کمزوروں کو قوم پامال کئے ڈالتے تھے، غلاموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی، ان پر جو مظالم ہوتے تھے ان کو بیان کرتے ہوئے روح انسانی کانپ جاتی ہے، گرم ریت پر لٹانا، گرم پتھروں پر کھڑا کرنا، گرم لوہے سے داغنا، کانٹوں میں گھسیٹنا اور اسی قسم کے ایسے شرم ناک مظالم ہوتے تھے کہ بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔

یہ تو ان کی انفرادی حالت تھی من حیث القوم دیکھئے تو کمزور قومیں طاقتور اقوام سے ہر وقت لڑتی رہتی تھیں، رعایا پر مظالم کی حد نہ تھی، ان کے حقوق کی حفاظت کی نہ کوئی ذمہ داری تھی اور نہ

ان پر باقاعدہ حکومت!

غرض کہ ہر پہلو سے دنیا کو زبردست اصلاح کی ضرورت تھی یہ تمام خرابیاں خدائے واحد کی عبادت نہ کرنے کی وجہ سے تھیں، آتش پرستی، شلیٹ اور بت پرستی کے لازمی نتائج، حقوق انسانی کی پامالی، اخلاق کی بدتہذیبی اور جہالت کی تاریکی ہیں، ان تمام مذمومات کے دفع کی صرف ایک ہی تدبیر ہو سکتی تھی اور وہ یہ کہ تمام معبودان باطل سے متنفر کر کے خدائے واحد اور خالق کائنات کا پرستار بنایا جائے، غیر مذہبوں کے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو دعوت پیش کرتے تھے اس کے تین حصے تھے۔

۱۔ اول یہ کہ اسلام لایا جائے تاکہ اسلام کی بدولت بنی نوع مطمئن ہو یعنی انسانی حقوق کا تحفظ ہو، کمزور پر زبردست جبر و ظلم نہ کرنے پائے، مخلوق الہی میں خصائل حسنہ پیدا ہوں، جس سے دنیا کی تمام خرابیاں دور ہو جائیں۔

۲۔ دوم یہ کہ جزیہ دینا قبول کیا جائے، یعنی حکومت اسلامی ہو، اور اسلام کو غلبہ تاکہ غیر مذاہب بنی نوع انسانی پر ظلم و ستم نہ کر سکیں۔

۳۔ سوم یہ کہ اگر مذکورہ بالا دونوں باتوں کے منظور کرنے سے انکار ہو تو تلوار ہے، یعنی جب کسی طرح انسانی حقوق کی نگہبانی نہیں ہو سکتی تو بزدل تلوار زبردستوں اور ظالموں کا زور کم کیا جائے، کیا نفیس ترین اصول کی حمایت میں تلوار اٹھانا (وہ بھی آخری مرتبہ) قابل ملامت ہو سکتا ہے؟

مذکورہ تقریر سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اسلام کی لڑائیوں کے دو مقصد تھے، اول مدافعت دوم حقوق انسانی کو پامالی سے بچانا (جن میں حقوق غلام، حقوق عورت اور حقوق طفلان شامل ہیں) کمزور قوموں کی حفاظت اور عہد و پیمان پر استقامت اتمام امور کو واقعات سے ثابت کرنا باعث تطویل ہو گا لیکن دعویٰ بلا دلیل نامقبول ہے اس لئے صرف چند واقعات پر اکتفا جاتا ہے۔

مدافعت: اسلام کی ابتدائی لڑائیوں پر غور کرو تو معلوم ہو گا کہ چند نفوس کو غارت کر دینے کے لئے زبردست افواج تیار کی جاتی ہیں، ان کو مٹا دینا اعلیٰ مقصد متصور ہوتا ہے، کسی قسم کی رواداری جائز نہیں رکھی جاتی، صلح و امن کی طرف سے یکسر کان بہرے کر لئے جاتے

نہ لے، اس کے خوردونوش اس کے لباس کا خیال رکھے، یہ صرف تعلیم ہی نہ تھی اسلام کا مایہ ناز پہلو اس کا عملی رخ ہے، بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ تلقین فرمایا، اس کا عملی نمونہ بھی دکھایا اور خواہنے ہی زمانہ میں ہزاروں انسانوں کو اپنی ادا، اپنے طرز، اور اپنی روش کا مقلد بنایا، آپ کا ہر پیر و آپ کے ہر صحابی غلاموں کے ساتھ اسی محبت اسی سلوک سے پیش آتا تھا، جس کی ان کے آقا نے تعلیم فرمائی تھی۔

اللہ اکبر وہ جس کی بیعت سے شہنشاہ روم و شاہ فارس کے اجسام پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، جب بیت المقدس شریف گیا تو حالت یہ تھی کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور خود اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے، یہ اسلام کے فاتح اعظم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک تھا غلاموں کے ساتھ، اس قسم کی بہت سی مثالیں تاریخ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں، اسلام کی ترویج و اشاعت کی ایک بڑی وجہ ”آزادی غلام“ بھی تھی۔

مستورات کے جملہ حقوق سب سے پہلے اسلام ہی نے متعین فرمائے، لڑکیوں کا قتل اسلام ہی نے روکا، ہر انسان کو اس کا جائز پیدائشی حق اسلام ہی نے دیا، حقوق نسواں پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے جسے ہم بحیال تطویل نظر انداز کرتے ہیں۔

عہد و پیمان پر ثبات: عہد و پیمان پر قائم رہنا اسلام کی سب سے بڑی شان ہے، اس زریں اصول کے تحفظ میں اسلام کو اکثر جنگ کرنا پڑی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ تھے، خزاعہ کے حلیف بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور حرم میں ان کا خون بہایا، خزاعہ نے حضور سے مدد مانگی اور یہی فتح مکہ کی اصل وجہ ثابت ہوئی، عہد و پیمان پر ثبات کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جو مسلمان کفار کے پاس سے فرار ہوئے ان کو حضور نے عہد نامہ کی بنا پر واپس فرما دیا۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ اسلام صرف تلوار ہی سے نہیں پھیلا بلکہ اس کی ترویج میں دیگر اسباب کا حصہ بہت غالب ہے، یہاں تک ہم نے صرف واقعات پر ہی اکتفا کیا ہے، اب ہم چند عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں جن سے بخوبی

ہیں، ایسی صورت میں مدافعت نہ کرنا موت کے منہ جانے کے مترادف اور سخت بزدلی کا موجب تھا۔

جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ خیبر کیا اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ بقا اور صرف بقا کے لئے مجبوراً اعلان جنگ کرنا پڑا، اسلام کے دشمن اسلام کو جوشیلا مذہب کہتے اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیجا جوش پھیلا کا الزام لگاتے ہیں، ہم اس موقع پر ایک خاص عیسائی عالم کی شہادت پیش کریں گے کہ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حضور اقدس ﷺ کی نسبت مسٹر پول لکھتے ہیں کہ:

”وہ (یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان بلند ترین معنوں میں جوشیلے تھے جبکہ جوش دنیا کے لئے مثل ”نمک“ ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو سڑنے سے روکنے میں شے واحد ہے، جوش کبھی تنفر نہ ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ کسی تحریک ناشائستہ سے وابستہ ہو جاتا ہے یا زمین شور پر گرتا ہے اور کوئی ثمر پیدا نہیں کرتا، (یعنی ایسے شخص میں رومما ہوتا ہے جس میں اس کے صحیح استعمال کی قابلیت نہیں ہوتی، اس لئے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا نہ تھا، وہ جوشیلے تھے جبکہ صرف جوش کی دنیا کو بیدار کرنے کے لئے ضرورت تھی اور ان کا بلند جوش بلند تحریک کے ساتھ وابستہ تھا، وہ ان چند مسرت اندوز ہستیاں میں سے تھے جنہوں نے ایک راستی اعظم کو اپنا چشمہ حیات بنانے کی مسرت کبریٰ حاصل کی ہے۔“

حقوق انسانی کا تحفظ: اسلام نے حقوق انسانی برقرار رکھنے کی جو عمومی لائحہ عمل کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے، سب سے پہلے جس مذہب نے غلامی رفع کرنے کی کوشش کی ہے وہ اسلام اور صرف اسلام ہے، اسلام نے غلاموں کے وہ حقوق قائم کئے جن پر غور کرنے سے ہر منصف مزاج یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ غلامی برائے نام ہی باقی رہ گئی۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ آقا کو چاہئے کہ غلام کے ساتھ نیک سلوک کرے، اس پر کسی طرح کا ظلم نہ کرے، اس سے بیجا مشقت



جاتا، پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ اگر اثر سلطنت ہی ہوتا تو لامحالہ پیروان اسلام میں کثرت ہوتی لیکن ہندوستان و اسپین کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ رعایا کثرت کے ساتھ غیر مسلم ہی رہی۔

ہم نے اپنے موضوع کا ایک رخ ثابت کر دیا یعنی اسلام نے محض تلوار سے ترقی نہیں کی، اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر اسلام کی اشاعت بزور تلوار نہیں ہوئی تو وہ کیا اسباب تھے جنہوں نے اسلام کو اس سرعت سے شرق و غرب میں پھیلا دیا؟ یہ وجوہ مختصر حسب ذیل ہیں:

۱ اصل چیز جس سے اسلام کی اس تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی وہ اس کی اعلیٰ روحانیت، کشش صداقت اور جذبہ حقانیت تھا کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ ابتدائی ایام میں نہ اسلام کے پاس دولت تھی نہ حکومت اور نہ کوئی مادی طاقت! بلکہ اس کے برخلاف اسلام قبول کرنا خطرے میں پڑنے اور خود اپنے ہاتھوں موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن یہ وہ مئے تھی کہ اس کا نشہ جس کو چڑھا پھر نہ اترا، تکلیفیں اٹھاتے ہیں، مصیبتیں جھیلتے ہیں، اذیتیں برداشت کرتے ہیں لیکن زبان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی جاری رہتا ہے۔

کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صعبوتوں کی نظیر کوئی مذہب پیش کرتا ہے؟ کیا حضرت زیاد و سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی جانیں جنگ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر کے ”شع و پروانہ“ کی تشبیہ کو حقیقت سے نہ بدل دیا؟ یہی ہے وہ ثبات و استقامت، ایثار و محبت جو اسلام کے مذہب حق ہونے کی بین دلیل ہے۔

۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم وہ مکمل تعلیم تھی جس نے اپنے پیروکاروں کو اخلاق حسنہ اور خصائل محمودہ کا نمونہ بنادیا تھا، ان کی پبلک و پرائیویٹ زندگی بالکل یکساں تھی، بنی نوع کی ہمدردی سے ان کے قلوب لبریز تھے، آپس کی محبت ضرب المثل تھی اگر الصحبہ مؤثرۃ کا قضیہ صحیح ہے تو ان کے اخلاق و کردار، ان کے عادات و اطوار کا اثر غیر مذہبوں پر پڑنا ایک لازمی امر تھا، جس نے غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا۔

ظاہر ہو جائے گا کہ اسلام کی اشاعت کا سبب صرف تلوار بتانا محض اعدائے اسلام کا پیر و پیگندہ ہے۔

۱ نفسیات کا یہ بدیہی مسئلہ ہے کہ انسانی دماغ اس بات کو جو زبردستی تسلیم کرائی جائے ہرگز قبول نہیں کر سکتا اور اس کا اثر بجائے مفید ثابت ہونے کے مضر ہوتا ہے۔

۲ پھر یہ کہ جب ایک قوم کی طرف سے طبیعت میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے تو اس کی کوئی بھی بات صدق دل سے تسلیم نہیں کی جاسکتی ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ سپر و پد کو خاک و خون میں غلٹاں دیکھ کر جذبہ انتقام جوش میں نہ آئے اور قاتل کی طرف سے ابدی نفرت دل میں پیدا نہ ہو، قاتل کی ہریات وہ تنفر آمیز نگاہ سے دیکھے گا، اس کی سیدھی بات الٹی معلوم ہوگی اور وہ تحریک جس کی حمایت میں تلوار اٹھائی گئی ہے اس کو ہرج کی جامع نظر آئے گی۔

اگر تلوار صرف اشاعت مذہب ہی کے لئے اٹھائی گئی ہوتی تو ہرگز اسلام کی طرف دل نہ جھکتے بلکہ اس سے اور زیادہ نفرت ہو جاتی، ہمارے بیان کی تصدیق سلطان محمود غزنوی کے واقعات سے ہوتی ہے، سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر متواتر سترہ ۱۷ حملے کئے لیکن وہ سو دوسو کبھی مسلمان نہ بنا سکے بلکہ مسلمانوں کی طرف سے اور نفرت ہندوؤں میں پیدا ہو گئی، یہاں تک کہ خواجہ خواجگاں سلطان الہند حضور معین الدین چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک قدم دار الکفر ہند میں آئے، جنہوں نے اپنی اعلیٰ روحانیت و جذبہ حق سے کثیر و کثیر کفار کو حلقہ بگوش اسلام فرمایا۔

۳ اسلامی ترویج و اشاعت کی سرعت ہی اس الزام کے دفع کرنے کو کافی ہے، کیا اس قدر قلیل عرصہ میں محض لڑائیوں سے اسلام ایسی عظیم ترقی کر سکتا تھا؟ اس میں شک نہیں کہ اسلامی فتوحات کا اثر ضرور پڑا لیکن اخلاقی اثر تھا جس نے اسلام کی ترویج و اشاعت میں اہم رول ادا کیا۔

۴ اسلامی فرمانرواؤں نے کبھی سلطنت کے اثر و باؤ سے کسی کو مسلمان نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو سلطنت کو اتنی مدت اس قدر استقامت و بقا نصیب نہ ہوتی، رعایا پریشان و بددل ہو کر سلطنت سے ترک موالات کر دیتی اور چند ہی سال میں سلطنت کا خاتمہ ہو

جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا پھر واپس لائے، یہودیوں پر اس سے بھی زائد اثر ہوا کہ انھوں نے کہا: تو ریت کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کر سکتا یہ کہہ شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے اور ہر چوکی پر پہر بٹھا دیا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف حمص والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی رقم جس قدر وصول ہوئی ہے واپس کر دی جائے۔

۴ عہد و پیمان پر ثبات جو اسلامی تعلیم کا جزو خاص ہے حتیٰ کہ حربی کفار سے بھی بد عہدی جائز نہیں جس کی مثال ہم گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں اس کا اثر بھی کچھ کم نہ تھا۔

۵ کمزوروں کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری، اعلیٰ انتظام، منصفانہ و مساویانہ برتاؤ ایسی باتیں ہیں کہ جن سے ایک طرف تو سلطنت کو استحکام ہوتا ہے اور دوسری طرف حکومت و مذہب کی وقعت بڑھ جاتی ہے جس کا اخلاقی اثر غیر مسلموں پر بے انتہا ہوا۔

۶ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام محمود غزنوی اور محمد غوری کی تلواروں نے پھیلا یا لیکن یہ خیال نہ صرف کج فہمی ہے بلکہ اسلام سے بغض و حسد اور تعصب عناد کا نتیجہ بھی ہے، ہندوستان میں اسلام کا اثر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں ہی آ گیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو عرب ہند سے تجارت بھی شروع بھی گئی تھی جس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

عرب تجارت نے آہستہ آہستہ اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا اور اسلام کی ذاتی کشش و روحانیت کی وجہ سے ان کو کامیابی ملی، چنانچہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان آنے سے پہلے بھی اکثر مقامات پر مسجدیں پائی جاتی تھیں لیکن ہندوستان میں اسلام کی اصل ترویج دینے والا صوفی پروپیگنڈہ ہے جس کا سہرا سلطان الہند خواجہ خواجگان حضور خواجہ معین الدین چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو جاتا ہے، آپ اور آپ کے خلفا نے ہندوستان کے چپے چپے میں گشت لگا کر ہندوستان کے جملہ قسم کے باشندوں کو اپنی اعلیٰ روحانیت سے متاثر و گرویدہ بنایا، جس کی وجہ سے یہاں اسلام نے نمایاں ترقی کی۔

۳ اسلام نے رعایا سے وہ مراعات برتی اور غیر مسلموں سے وہ رواداری رکھی جس کی مثال ملنی مشکل ہے، اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے ذمیوں کے حقوق قائم فرمائے: اموالہم کا موالعنا و دمائہم کد مائنا“ کا اصول مساوات و وحدت قائم کر کے ”کافر ذمی“ کا مال و جان بھی مثل مال و جان مسلم محفوظ کر دیا، یعنی کافروں کے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کے مال و جان کی طرح کرنے کا حکم دیا۔

یہ اسلام کے زّین اصول تھے جن پر دنیا فریفتہ ہو گئی، کفار نے جب اسلام کو اس قدر مہربان پایا فطری طور پر ان کے قلوب اسلام کی طرف مائل ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے اس واقعہ سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ جب رومیوں نے بڑی فوج و لشکر لے کر اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا عزم کیا حتیٰ کہ انطاکیہ میں اس قدر فوجیں جمع ہوئیں کہ انطاکیہ کے چاروں جانب جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو رائے اس بات پر قائم ہوئی کہ حمص چھوڑ کر (جہاں امیر لشکر پڑے ہوئے تھے) دمشق روانہ ہوں، وہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں اور عرب کی سرحد موجود ہے، یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افسر خزانہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ:

”عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے وہ اس معاوضہ میں ہے کہ ہم ان کو ان کے دشمنوں سے بچا سکیں لیکن اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے، اس لئے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس کر دو اور ان سے کہہ دو کہ ہمارا تم سے جو تعلق تھا وہ اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے، اس لئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے۔“

چنانچہ کئی لاکھ رقم جو وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی گئی، عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور

۳۸ کا قیہ

ہی ہم دیکھ رہے ہیں مگر ۲۰۱۹ء کے چناؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسئلہ روہنگیا کو ایک انسانی مسئلہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے حتی المقدور ان کی مدد کی جانی چاہئے اور ہم مسلمانوں کو متحد ہو کر پورے ہندوستان میں ہر اس پارٹی کو ووٹ دینے کی کوشش کرنی چاہئے، جس کا بی جے پی سے کسی طرح کا مستقبل میں ملنا اتحاد کا امکان نہ ہو، کیونکہ سیکور کھلانے والی پارٹی اگر بی جے پی سے تال میل کرتی ہے تو وہ بھی بالواسطہ بی جے پی کے ہندو راشٹر کے سپنوں کی تعمیر اور تعمیر میں معاون ہوگی، پھر آپ ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیے گا اور نتیجہ میں روہنگیا خود آپ کے ساتھ ہوگا، فیس بک اور واٹس ایپ پر ظلم و زیادتی کی تصویر اس سے بھی بھیا نک ہوگی اور وہ آپ کے سکے گھر والوں کی ہوگی، یقینی طور پر ہر مسلمان کا درد اپنا درد ہے مگر اس کا سود مند اظہار حکمت عملی اور تدبیر و تدبیر کی زبان سے کیا جائے تو نتیجہ ضرور بہتر نکلے گا۔

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے شکوہ قسمت کیسا

ضرب مرداں سے اکل دیتا ہے پتھر پانی

آئیے مثبت انداز میں اپنی بات رکھ کر ایک نتیجہ نکال کر ابھی سے اس راہ میں لگ جائیں تاکہ بکھرے ہوئے ذروں کو خورشید مبین بنایا جائے۔

۳۳ کا قیہ

یہ ثابت کر دیں، یو پی کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ یوگی سرکار کے فرمان کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے مدرسوں میں ترنگا لہرایا، یہ الگ بات ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک ناگپور میں کبھی ترنگا نہیں بکھرا گیا، بلکہ بعض جگہوں پر تو یوم آزادی کو کالے جھنڈے کے ساتھ ”بلیک ڈے“ کے طور منایا گیا، مودی حکومت نے مسلم عورتوں کے حق کے لئے ملک کے لاکھوں نوجوانوں کے روزگار، کسانوں کی خودکشی اور عورتوں کی آبروریزی کے سنجیدہ معاملات کو بالائے طاق رکھ دیا، یہ سب بس چند کلکوں کے لئے ہوا۔

یہ خالص ملک، اس کی حفاظت، اس کے وقار اور داخلی پالیسی کا مسئلہ ہے، لیکن وطن پرستی کی یہ خاموشی واقعی حیران کرنے والی

ہے، جس طرح سے محض افواہ میں بے گناہوں کا قتل کر کے ملک کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والی دہشت پسند بھیڑ نے ملک کے وقار کے تئیں اپنے خون کی قربانی دینے کے دعوے کئے ہیں، کیا وہ لوگ اب اس میڈیا اور اس خبر کے نشر کرنے والوں کے ذمہ داروں سے اس سے متعلق سوال کریں گے؟ حکومت خاموش ہے، قانون چپ ہے، وفاداری کے سارے دعوے دار مہربلب ہیں، کھلے عام ملک کے وقار کو توہین کی گئی، ذمہ دار کون ہے، محاسب کون ہے اور حساب کون دے گا؟

۳۷ کا قیہ

ساتھ محبت کی یہ وارفتگی مجھے اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے، وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق و ایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح کھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چہرہ چاہتا ہوں۔ [اہل سنت کی آواز ص ۵۶]

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کے مرشد برحق حضور سید آل رسول اور حضور سید ابوالحسن نوری علیہما الرحمة والرضوان کے زمانے ہی سے آپ کے عشق رسول اور تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر سادات کرام مارہرہ مطہرہ کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت رچ بس گئی تھی، جس کا سلسلہ نسلاً بعد نسل آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا، یہی وجہ ہے کہ اپنے وقت کے عظیم المرتبت، پیر طریقت، جلیل القدر علام ربانی، سید شاہ آل مصطفیٰ میاں سید العلماء قدس سرہ نے سب سے پہلے مسلک احمد رضا کا نعرہ لگایا، چنانچہ فرماتے ہیں :-

یا الہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یہ شعر حضور احسن العلماء قدس سرہ نے اپنی خاص نشست میں پڑھا تھا، اس نشست میں حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب قادری مدظلہ العالی متھرا بھی شریک تھے جو بہترین شاعر بھی ہیں، انھوں نے سید العلماء قدس سرہ کے اس شعر سے متاثر ہو کر فارسی زبان میں مندرج دو شعر کہے۔ (حباری)

لنٹنی رحمان احمد سرگودھی

# مسک علی حضرت پر ایک تحقیقی اور سنجیدہ تحریر

دوسری قسط

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

مبین الہی کے چند اہم نظریات:

(۱) آگائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت پر مراکھ اعتراض کیا جانے لگا۔

(۲) نبوت، مسئلہ کلام، ویدار الہی، انسان کا مکلف ہونا، عالم کی نگوین اور حشر و نشر کے متعلق تفسیر اہل اہل میں شکوک و شبہات پیدا کئے جانے لگے۔

(۳) قرآن کے کلام خداوندی ہونے کا انکار کیا جاتا تھا۔

(۴) دیوان خانے میں اعلیٰ جرائد ادا کرنے کی مجال کسی کو نہ تھی۔

(۵) آفتاب کی عبادت روز چار مرتبہ کی جاتی تھی۔

(۶) نقشہ کھینچنے کا رواج تھا۔

(۷) اسلام کی مخالفت کے طور پر سورا اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ قرار دیا گیا۔

(۸) گائے کی قربانی پر پابندی لگادی گئی۔

(۹) شراب اور جوامام ہو گیا۔

(۱۰) داڑھیاں منڈوانے کا حکم جاری کیا گیا۔

(۱۱) صحابہ کرام کی توہین و تشنیک کی جانے لگی۔

(۱۲) عربی پڑھنا اور جانتا عجیب قرار دیا جاتا تھا، فقہ، تفسیر و حدیث کے پڑھنے والے مردود و مطعون ٹھہرائے جانے لگے۔

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شعائر اسلام کے تحفظ کی خاطر بادشاہ وقت کے خلاف بڑے جرات مندانہ انداز میں علم جہاد بلند کیا۔

پروفیسر مسعود احمد مظہری عہد اکبری کا نقشہ کھینچتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”عہد اکبری میں مسلمان غیر اسلامی رنگ میں اس قدر رنگ

کئے تھے کہ کفر و اسلام میں امتیاز مشکل ہو گیا تھا، مسلمانوں میں سینکڑوں مشرکانہ رسمیں رائج ہو گئی تھیں، جن کا اثر عہد جہانگیری تک تھا، حضرت مجدد الف ثانی نے بھرپور اخلاص کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کی، اس ماحول میں آواز حق بلند کرنا اپنے سر کو تلوار پر رکھنے کے مترادف تھا، حضرت مجدد نے پوری اسلامی حیت اور غیرت کے ساتھ بڑے جرات مندانہ انداز میں اعلیٰ کلمہ الحق کیا۔“

بادشاہ جہانگیر نے دین الہی پر کھل کر عمل تو نہیں کیا لیکن اس نے بھی اپنے والد کی پالیسیوں پر عمل کیا اور شریعت کو بالائے طاق رکھا، پروفیسر مسعود احمد عہد جہانگیری سے متعلق فرماتے ہیں:

”مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر کے تحت نشین ہونے ہی آپ نے اصلاح و تبلیغ کا کام تیز کر دیا تھا، مجدد الف ثانی نے مختلف امرا کے نام خطوط ارسال فرمائے کہ وہ بادشاہ کو اتباع سنت و شریعت کی طرف راغب کریں۔“

حضرت مجدد الف ثانی نے اصلاح و تربیت کے لیے سب سے زیادہ اپنی توجہ بادشاہ جہانگیر پر مرکوز رکھی اور یہی آپ کی کا فیضان تھا کہ بہت جلد بادشاہ مذہب اسلام کا متبع و فرمانبردار بن گیا اور ”دین الہی“ کا فقہ بہت جلد دفن کر دیا گیا، اس طرح مجدد الف ثانی نے دین اسلام کا چہرہ مسخ ہونے سے بچا لیا۔ [امام احمد رضا دہلوی، دیکھو اعلیٰ سنت کی علمی وادبی خدمات ص ۱۶۳/۱۶۵/۱۶۶]

حضور مجدد الف ثانی کے زمانے میں بہت سے جلیل القدر علمائے اسلام موجود تھے، سب نے اپنے اپنے اہلکار میں ”دین الہی“ کے زور کو دبانے کی کوشش کی، چنانچہ شیخ عبدالحق بن دہلوی علیہ الرحمہ نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور قرآن و سنت کا درس



کرتے ہوئے رسالہ ”رد الرفضہ“ تصنیف فرمایا، اس طرح آپ کے جہادی اور تجدیدی کارنامے کا یہ اثر ہوا کہ ”دین الہی“ کا فتنہ دفن ہو گیا، آج اس دین الہی کا پیر و کار کوئی نظر نہیں آتا۔

آپ نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ بھی تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا جس پر آپ کے مکتوبات کی جلدیں شاہد عدل ہیں، یہ وہ اصلاحی اور تبلیغی کارنامے ہیں جن کی بنیاد پر آپ کی ذات اس دور کے لیے حق و صداقت کی علامت بن گئی، چنانچہ آپ کے بہت بعد جب بد مذہبوں نے آپ کی تعلیمات کو کاٹ چھانٹ کر اپنے غلط اغراض و مقاصد کے لیے ”تعلیمات مجددیہ“ نام کی کتاب مرتب کر کے شائع کرایا تو اس کے ابطال کے لیے حضرت (صاحبزادہ میاں) جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مغربی پاکستان نے حضور مجدد کے مکتوبات کی روشنی میں ”ارشادات مجدد“ کے نام کی کتاب مرتب کی، پھر اس کی تلخیص ”مسلک مجدد“ کے نام سے مرتب کی جس کو ”انجمن حزب الرسول و دارالمبلغین“ نے شائع کیا اور دوبارہ یہ کتاب استنبول ترکی سے عالی جناب حسین حلیمی بن سعید استنبولی کے زیر اہتمام شائع ہوئی، جس پر لاہور کے مختلف ماہناموں اور رسالوں نے داد و تحسین سے نوازا۔

یہاں بھی مسلک کو حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرف منسوب کیا تو نام بدل گیا مگر مسلمی کی حقیقت نہیں بدلی، بلکہ مسلک سے وہی عقائد مراد ہیں جو ما اذ علیہ و اصحابی کے مصداق ہیں۔ یوں ہی جب ہندوستان میں عیسائیت نے اپنے مشن کی تبلیغ کے لیے اسلام کو نشانہ بنایا، رافضیوں نے اپنے مذہب کی نشرو اشاعت میں سرگرمی دکھائی، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی، نیچری، قادیانی وغیرہ باطل فرقتے پیدا ہوئے تو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اپنے اپنے انداز میں باطل دین اور باطل فرقوں کا رد کیا، کسی نے رافضی کا رد کیا تو کسی نے وہابی اور دیوبندی کا اور کسی نے قادیانی اور چکڑالوی کا تو کسی نے نیچری کا۔

چنانچہ انیسویں صدی نصف آخر میں جب جرمن نژاد پادری سی۔ جی فنڈر نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ہندوستان آ کر اپنی کتاب ”میزان الحق“ کا اردو ترجمہ شائع کرایا، جس میں اسلامی

دینے میں مشغول ہوئے، عقائد اہل سنت کا تحفظ فرمایا، مگر جس بہادری اور بے باکی کا مظاہرہ حضور مجدد الف ثانی نے کیا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

چنانچہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں بھی ”دین الہی“ کی علی الاعلان مخالفت کی اور اس کے بیٹے جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد بھی بدعات و منکرات کی مخالفت کرتے رہے، چنانچہ جہانگیر کے درباریوں نے حضور مجدد الف ثانی کے خلاف بادشاہ وقت کا کان بھرنا شروع کیا تو بادشاہ نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا تو آپ نے مسنون طریقہ پر سلام کیا، جہانگیر نے آداب شاہانہ اور سجدہ تعظیم کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ گمراہی ہے کہ انسان کسی انسان کو سجدہ کرے، میرا سر بارگاہ صمد کے سوا کسی کے آگے نہیں جھک سکتا، جہانگیر کو طیش آیا اور حضور مجدد الف ثانی کو قید کرنے کا حکم دیا تو گوالیار کے قلعے میں آپ کو قید کر دیا گیا لیکن جیل میں بھی رشد و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں فاسق و فاجر سنت کے متبع ہو گئے اور ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہو گئے۔ قید و بند کے دوران جہانگیر کی بیٹی کو خواب میں سرکار دو جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے اس کی بیٹی سے فرمایا کہ ہم تمہارے باپ سے ناراض ہیں اس لیے کہ اس نے ہمارے ایک مقرب نور نظرخ احمد سرہندی کو قید کر رکھا ہے، جہانگیر نے جب خواب سنا تو بہت متاثر ہوا اور حضرت مجدد الف ثانی سے اپنی کوتاہیوں اور نافرمانیوں کی معافی چاہی اور رہائی کا حکم دیا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ میں اس وقت تک جیل سے باہر نہ نکلوں گا جب تک میری یہ شرائط منظور نہ کی جائیں (۱) تمام مسمار شدہ مساجد کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ (۲) کفار شرعیہ محمدیہ کے مطابق جزیہ لیا جائے۔ (۳) مسلمانوں سے گائے کے ذبح کرنے کی پابندی ہٹائی جائے۔ (۴) دربار میں سجدہ تعظیمی بند کیا جائے، حضرت کی پیش کردہ تمام شرائط منظور کر لی گئیں اور آپ جیل سے باہر تشریف لائے۔

حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے صرف ”دین الہی“ کی مخالفت نہیں کی بلکہ رافضیوں کے خلاف بھی قلمی جہاد

مقدسات کی توہین و تحقیر تھی، تو سب سے پہلے اس کا جواب مولانا آل حسن موہانی نے ”استفسار“ کے عنوان سے دیا اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے عیسائیت بالخصوص ہندوستان مشنریز کی تصنیفات کے رد و ابطال میں متعدد رسالے اور کتابیں لکھیں اور مناظرہ بھی کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت سے نوازا اور جب روافض نے اپنے مذہب کی نشر و اشاعت میں سرگرمی دکھائی تو جلیل القدر محدث عالم ربانی حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحفۃ اثنا عشریہ اور سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل تصنیف فرما کر بھرپور رد فرمایا۔

انیسویں ہی صدی میں جب وہابیت باطل فرقہ پیدا ہوا تو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اپنے اپنے انداز میں اس باطل فرقے کا بھرپور رد فرمایا، چنانچہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کے رد میں تحقیق الفتاویٰ فی ابطال الطغویٰ اور امتناع النظیر تصنیف فرما کر رد فرمایا، حضرت شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی نے معید الایمان لکھ کر رد فرمایا، حضرت مولانا منور الدین نے متعدد کتابیں تحریر فرمائیں، حضرت مولانا شاہ فضل رسول قدس سرہ کے والد ماجد حضرت مولانا عبد المجید علیہ الرحمۃ والرضوان نے رافضیوں اور وہابیوں کے رد میں ایک ایک رسالہ تصنیف فرمایا، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ نے وہابیت کے رد میں ہوراق محمدیہ، سیف الجبار و احقاق الحق و ابطال الباطل وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں، حضرت مولانا عبدالرحمن فاروقی سلہٹی قدس سرہ نے سیف الابرار لکھی، ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین علیہ الرحمۃ نے نجم لرحم الشیطان دس جلدوں میں لکھی، حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہ نے وہابیت کی تردید اور مذہب اہل سنت کی تائید میں پانچ کتابیں تحریر فرمائیں، ان کے علاوہ بہت سے علمائے اہل سنت نے وہابیت کے رد میں رسالے اور کتابیں تحریر فرمائیں، مذکورہ بالا علمائے اسلام کے زمانے میں وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور خود وہابیت بھی تنہا تھی، اس کا ساتھ دینے والا کوئی دوسرا مذاہب نہیں تھا، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت،

چکڑالویت، ندویت، صلح کلیت وغیرہ میں سے کوئی مذہب نہ تھا، اس لیے مذکورہ علما نے تنہا وہابیت کا مقابلہ کر کے اس کو پسا کیا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کر کے سکدوش ہوئے، ایسی صورت میں مذکورہ علما میں سے کسی ایک کی طرف مسلک کو منسوب کیا جاتا تو تمام باطل فرقوں سے امتیاز نہ ہو پاتا، صرف اس مذہب سے امتیاز ہوتا جس کا انھوں نے رد کیا، مثلاً حضرت شاہ محدث دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا تو رافضیوں سے امتیاز ہو جاتا اور کسی باطل مذہب سے امتیاز نہ ہوتا، مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی طرف منسوب کیا جاتا تو عیسائیت سے امتیاز ہوتا اور باطل مذاہب سے امتیاز نہ ہوتا، یوں ہی اگر علامہ شاہ فضل حق یا علامہ شاہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب کیا جاتا تو وہابیت سے تو امتیاز ہوتا باقی باطل فرقوں سے امتیاز نہ ہو پاتا، حقیقت یہ ہے کہ سلطان العلماء المستخرجین، کنز الہدایت والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے علاوہ کوئی ایسی ذات نہیں جس کی طرف مسلک کی نسبت کرنے سے تمام بد مذہبوں سے امتیاز ہو جائے، وہ صرف سیدنا اعلیٰ حضرت کی ذات ہے جنھوں نے اپنے دور سے پہلے کے جتنے باطل مذاہب وادیان تھے اور آپ کے دور میں جتنے باطل مذاہب وادیان تھے سب کا ہر پہلو سے بھرپور رد فرمایا، آپ نے ہندوؤں کے رد میں کئی کتابیں تحریر فرمائیں، انھیں کتابوں میں النفس الفکر فی قربان البقر ہے، جب آریہ سماج نے اسلامی تعلیمات کے خلاف اعتراض کرنا شروع کیا تو آپ نے آریہ سماج کا بھرپور رد فرماتے ہوئے دو کتابیں تصنیف فرمائیں، جب انگریزوں نے لاکھوں روپے خرچ کر کے لوگوں کو نصرانی اور عیسائی بنانے کی کوشش کی تو آپ نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

یہ تینوں فرقے غیر مسلم ہیں جو مسلمان نہیں ہیں اور نہ ہی اپنے کو مسلمان کہلانا پسند کرتے ہیں، ان کے علاوہ وہ فرقے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اس کے باوجود اسلام کی جو کائنات میں لگے ہوئے ہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان کے اوپر خاص توجہ فرمائی، انھیں باطل فرقوں میں ایک فرقہ نیچری ہے، اس فرقہ نے برطانیہ

سلطنت کی خطرناک سازش کو بھرپور قوت پہنچانے کے لیے مسلمانوں کے دین و ایمان لوٹنے اور اسلامی نشانات مٹانے کی کوشش کی تو آپ نے ان کے رد میں سات کتابیں تحریر فرما کر انگریزوں کی خطرناک سازش کو کچل کر رکھ دیا۔

جب انگریزوں کے خیر خواہ وہابیہ نے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم وغیرہ انبیائے کرام علیہم السلام کے مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ نبی ہیں تو اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں تحبیبہ الجہال بالہام الباسط المتعال اور ”جوابہائے ترکی بہ ترکی“ ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے راہی ملک عدم ہو گیا، جب انگریزوں کی شہ پاک مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے کو امام مہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیائے عظام کی مقدس شانوں میں گالیاں دینی شروع کی تو اعلیٰ حضرت نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہنامہ بنام قہر الدیان علی المرتد بقادیان جاری کیا، جب انگریزوں کے دلی خیر خواہ وہابی دیوبندی عاملوں نے ختم نبوت کا انکار کیا اور اللہ سبح و قدوس کے جھوٹ بولنے کو درست بتایا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کو کنہیا کا جنم دن قرار دیا، سرکار دو عالم مدینۃ العلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح ٹھہرایا اور غیر مقلدین وہابیوں نے امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید و اتباع کو شرک و کفر کہا تو اعلیٰ حضرت نے ان وہابیہ وغیرہ مقلدین کے رد میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

جب فرقہ تفضیلیہ کے لوگ اکٹھا ہو کر بریلی آئے اور مناظرہ چھڑا تو اعلیٰ حضرت کے سوالات قاہرہ کی پہلی قسط دیکھتے ہی بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے، جس کا مفصل بیان ”فتح خیر و تزک مرتضوی“ میں چھپا، روافض و نواصب کے فتنوں نے سراٹھایا تو اعلیٰ حضرت نے سرکوبی کرتے ہوئے ان کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں، مسلمانوں میں افتراق و انتشار کے لیے پرانے شکاریوں

نے اپنے خیر خواہوں مولوی محمد علی کانپوری، مولوی شبلی اعظمی وغیرہ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام ”ندوة العلماء“ ہے، اس جال میں عام سنی تو عام سنی ان کے علما بھی بری طرح پھنس گئے، اعلیٰ حضرت کی حق میں لگا ہوں نے روز اول ہی دیکھ لیا تھا کہ ندوہ بے دینوں، بد مذہبوں اور نیچریوں کا معجون مرکب ہے، اس لیے آپ حمایت دین کے لیے کھڑے ہو گئے اور برطانوی وفاداروں کے اس خوشنما جال کا ایک ایک تاگا ادھیر کر رکھ دیا، ندوہ کی گمراہیوں اور بدعتوں کو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اس طرح بے نقاب کیا کہ مشاہیر علمائے اہل سنت توفیق خداوندی سے ندوہ سے بیزار ہو کر الگ ہو گئے، اعلیٰ حضرت نے ندوہ کے رد میں سترہ کتابیں تصنیف فرمائیں، جب ملحد فاسق اور نام نہاد صوفی جھوٹی شریعت کی آڑ لے کر شریعت محمدیہ پر حملے کرنے لگے اور بناوٹی صوفیوں کے چودھری مسٹر جٹا دھاری نے دینی کتاب ”مرشد کو سجدہ تعظیم“ میں اعلان کر دیا کہ اپنے پیر کو سجدہ جائز ہے تو اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ صوفیوں کا قلعہ فتح فرمایا۔

سائنس دانوں کا بیان ہے کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور آسمان کوئی چیز نہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کی اور یورپ کے فلاسفہ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی تصنیف فوز مبین حر رد حرکت زمین، نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان میں سائنس دانوں ہی کے خود ساختہ اصول سے کیلر، نیوٹن اور ڈارون کے خیالات فاسدہ کی دھجیاں اڑا دیں، انھیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے ان کے نظریے کو باطل قرار دیا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لیے آیات و احادیث سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے اور زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں اور چاند، سورج وغیرہ تارے آسمان میں تیر رہے ہیں اور ہمہ وقت ان کی حرکت جاری ہے۔

اخیر زمانہ یعنی ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں علی برادران اور ان کے ہمنواؤں نے نہایت زور و شور سے تحریک خلافت کے نام پر ایک ایسا خوفناک فتنہ کھڑا کیا جس نے جملہ بد مذہبوں، منافقوں، مرتدوں اور کھلے کافروں سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور حق و باطل،

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز اپنے انہیں تجدیدی کارناموں کی وجہ سے علماء صوفیاء، مشائخ اوصام مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا مرکز بن گئے، مسلمانوں نے اپنا دین و ایمان بچانے کے لیے اعلیٰ حضرت کی ہدایات، تحریرات اور تصنیفات کو حرز جان اور پناہ ایمان بنالیا۔

اس طرح آپ کی ذات گرامی اور اس کی طرف نسبت حق و صداقت کی علامت اور پہچان بن گئی اور چونکہ بدمذہب بھی اپنے کو اہل سنت و جماعت، حنفی، قادری، نقشبندی، چشتی اور سہروردی کہتے تھے، جس کی وجہ سے حق و باطل میں امتیاز نہیں ہو پاتا تھا، اس لیے حق و باطل کی آمیزش سے بچنے کے لیے اساطین ملت، مستند اور مقتدر علماء و مشائخ نے اپنے اسلاف کی اقتدا کرتے ہوئے ”مسک اعلیٰ حضرت“ کا نام منتخب فرمایا، تا کہ تمام باطل فرقوں سے امتیاز ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ بتایا جاسکے کہ ”مسک اعلیٰ حضرت“ ہی حقیقت میں ”مذہب اہل سنت و جماعت“ ہے اور جتنے اہل باطل ہیں وہ اہل سنت و جماعت نہیں ہیں، اس لیے کہ تمام اہل باطل کے معتقدات و نظریات، اہل سنت و جماعت کے معتقدات و نظریات کے خلاف ہیں۔

اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیرخانہ چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ”مسک اعلیٰ حضرت“ کے بارے میں وہاں کے بزرگوں کا کیا خیال ہے؟

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے بزرگان دین کو سیدنا اعلیٰ حضرت سے والہانہ محبت تھی اور ہے، آپ کی جلالت علمی کے سب معترف تھے، ان کے مرشدان کرام نے ان کو ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کہا اور اپنے وقت کے مرشد اعظم زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان سیدنا اعلیٰ حضرت کو ”رضائے آل رسول“ فرمایا کرتے۔

اور بقول علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ:

”حضور احسن العلماء قدس سرہ کو پیر زادہ ہونے کے باوجود انہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند سے غایت درجہ عشق تھا، اعلیٰ حضرت کو جب وہ ”میرے اعلیٰ حضرت“ کہتے

اسلام و کفر کا سارا امتیاز مٹا دینا چاہا، نام نہاد خلافت کے نشہ میں اس قدر مخمور تھے کہ مشرکانہ افعال انجام دینے اور کفری اقوال بولنے میں حدود شرعی کو پار کر چکے تھے تو اس وقت صرف اعلیٰ حضرت کی ایک ذات گرامی تھی جس نے ان فتنوں کا جم کر مقابلہ کیا، ان کے رد و طرد میں اشتہارات پر اشتہارات شائع فرمائے، ان کی خلاف شرع باتوں کو منظر عام پر لا کر مسلمانوں کو اس ہولناک فتنہ سے بچایا، یہاں تک کہ آخر میں رسالہ مبارکہ المحجة المؤتمنة فی الآیة المبتحنة شائع فرما کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا، جس کے نتیجے میں بہت سے علمائے کرام تحریک خلافت سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گئے۔

الغرض جہاں بھی کسی بدمذہب، بددین نے سراٹھایا وہیں اعلیٰ حضرت نے اس پُر غرور سر کو کچل کر رکھ دیا، اس کے رد میں کتابیں تحریر فرمائیں اور مطبع اہل سنت محلہ سوداگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر، مشائخ، علماء اور رؤسا کے پاس لکٹ چسپاں کر کے روانہ کیا، چنانچہ رد ہنود میں ایک، رد آریہ میں دو، رد نصاریٰ میں تین، رد نیچریہ میں سات، رد ندوہ میں سترہ، رد قادیانہ میں چھ، رد اسماعیل دہلوی میں دس، رد نانوتوی میں گیارہ، رد گنگوہی میں پچیس، رد تھانوی میں نو، رد نذیر حسین میں چھ، رد غیر مقلدین میں چھیس، رد وہابیہ میں چھتر، رد رافضی میں چار، رد نواصب میں گیارہ، رد مفسقہ میں سات، رد تفضیلیہ میں سات اور رد متصوفہ باطلہ میں دو۔

الغرض آپ کے زمانے میں دنیا میں مشرکین و کفار، مرتدین اشرا، گمراہان فجار کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں تھا جس کے رد میں اعلیٰ حضرت کی متعدد تصنیفات نہ ہوں، دہرے، فلاسفہ، آریہ سماجی، یہود، نصاریٰ، ہنود، مجوس، قادیانی، نیچری، وہابی، دیوبندی، ندوی، رافضی، خارجی، تفضیلی اور صلح کلی وغیرہ بے دینوں، بدمذہبوں کی جتنی فتنہ انگیز پارٹیاں ہیں ان سب کے خود ساختہ اصول اور باطل اعتقادات کو خود انہیں کے مسلمات انہیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے اس طرح توڑ پھوڑ کر ان کے دھوئیں اڑا دیئے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد ان کا کوئی ایک ذرہ سلامت نہیں ملتا۔



خدا شہ ظاہر کیا: مطلب دوسرا وہ بجرنگ دل والا بھی تنگ کرتا ہے؟  
 واسود یو کہتا ہے: میں رہوں گا تو بجرنگ دل والا نہیں آئے گا، کوئی  
 نہیں آئے گا، ادھر ملیں گے، بیٹھیں گے، نکل جائیں گے، ناسک  
 ہائیوے تک پہنچ گئے، پر اہلم سالو، ادھر ہائیوے تک پہنچا دینا اپنی  
 ذمہ داری ہے، صرف آنے کے بعد مجھے کال کرنا، میں پورا ڈائریکٹ  
 ادھر تک پہنچا دوں گا، پھر آپ ادھر سے چلے جانا، واسود یو آگے  
 فون کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے کہتا ہے: فون پر یہ نہیں بولنے  
 کا کہ کیا مال ہے، صرف یہ بولنا کہ ”بھائی کدھر ہو؟ اس وقت  
 فون بہت ٹیپ ہوتا ہے، مال کے بارے میں بولنے کا نہیں،  
 رپورٹ کرنے کہا کہ نمبر آپ پہچان جاؤ گے تو بولنے کی کیا ضرورت  
 ہے کہ فردزن ہے، مال ہے، کچھ بولنے کی ضرورت نہیں، صرف  
 بول دینے کا کہ لوکیشن کدھر ہے، واسود یو بولتا ہے: خالی گاڑی  
 آرہی ہے آپ بول دو گے تو میں سمجھ جاؤں گا، رپورٹ: ٹھیک ہے  
 بھائی، واسود یو کہتا ہے: پھر میں خود گاڑی میں بیٹھوں گا تو چلے ہونے  
 کا سوال ہی نہیں، واسود یو آگے پوچھتا ہے: مال کتنا رہے گا؟  
 رپورٹ نے بتایا: مال ایک ہزار کلور ہے گا، اب گنوماتا کی پوجا  
 کرنے والے اس بھکشک نے اپنی دلالی کی قیمت بتائی: ۲۰۰  
 ہزار رپورٹ: ۲۰۰ ہزار؟ کیا بول رہے ہو بھائی، پہلی بار ہے، کچھ  
 ڈسکاؤنٹ دوا بھی، پھر بڑھا دیں گے، واسود یو: چلو ۱۵ ہزار کر دو،  
 واسود یو آگے تنبیہ کرتے ہوئے کہتا ہے: لیکن جو بھی ہے، خدا ری  
 بالکل نہیں ہونی چاہئے، میں آپ کے ساتھ میں رہوں گا اور پہنچا کے  
 دوں گا، رپورٹ اسے مطمئن کرتا ہے: ہم دونوں ایک دوسرے کے چلنے  
 میں ہیں نا بھائی، دوسرا کوئی بھی ہمارے چلنے میں نہیں ہے۔  
 تو دیکھا آپ نے گنور کشکوں کا اصلی اور بھیا نک چہرہ ایاد  
 رہے کہ گنور کشا کے اس گھناؤنے کھیل میں واسود یو جیسے اور بھی  
 کئی گنور کشک ہیں جو گنور کشا کے نام پر اسی طرح کی دلالی کر رہے  
 ہیں، یہ لوگ مسلمانوں کو مار کر ڈر کا ایک ماحول بنا رہے ہیں تاکہ  
 لوگ انھیں آسانی سے گنومانس پار کرانے کے لئے منہ مانگی رقم  
 دے سکیں اور یہ ”گنوماتا“ کے سپوت ان کا نام لے کر، انھیں بیچ  
 کر اپنی تجوریاں بھر سکیں۔

تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سیدہ شق ہو گیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل  
 میں سا گئے، وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے

ضابطہ کے حساب سے گورنمنٹ ایک گنوشالہ کو گنوسوا کے لئے سال  
 میں ۲۰ لاکھ روپے دیتی ہے، جنھیں بی جے پی کے وحشی لیڈر نے  
 خود ہی ڈکار لئے اور گائیوں کو دی بھوک پیاس سے ٹرپا تڑپا دینے  
 والی موت!

آئیے ہم آپ کو گائے کے نام پر خونی کھیل کھیلنے والے ان  
 آتک وادیوں کا ایک اور بھیا نک چہرہ دکھاتے ہیں، جسے  
 ہندوستان کے ایک بڑے نیوز چینل ”آج تک“ نے ۱۰ مئی  
 ۲۰۱۷ء کو اسٹنگ آپریشن کے ذریعہ دنیا کے سامنے رکھا ہے،  
 آج تک نے کہا کہ گائے کے نام پر لوگوں کو موت کے گھاٹ  
 اتارنے والے یہ گنور کشک خود گائے ماں کا درجہ نہیں دیتے، ان  
 کے دلوں میں گائے کے لئے کوئی ”شرودھا“ نہیں، ان کے لئے  
 گائے ”ماتا“ نہیں ایک دھندا ہے، گنور کشا کی آڑ میں یہ گنومانس  
 کا کاروبار چلاتے ہیں، گائے کے لئے ان کی غنڈہ گردی محض  
 روپے اٹھنے کا ایک حربہ ہے، پیسہ پھینکنے اور پھر ان کی گنوبھگتی  
 کا تماشہ دیکھئے۔

جب آج تک کی ٹیم بھینڈی کے آگاہوں پہنچی تو یہاں اس  
 کی ملاقات ”شری گوپال گنوشالہ“ کے شن رکشک ”واسود یو پاٹل“  
 سے ہوئی جو گنور کشا کے نام پر ایک سنگٹھن بھی چلاتا ہے، آج تک  
 کی ٹیم واسود یو پاٹل سے مانس کا کاروباری بن کر بات کرتی ہے کہ  
 اسے گجرات سے بیف لانا ہے، فردزن میں مال رہے گا، اب دل  
 تھام کر اس بیف کے دلال کا جواب سنئے: توڑ کر لانے والے ہیں؟  
 رپورٹ نے کہا ہاں توڑ کر، اوپر سے برابر کور کر کے، گنور کشک:  
 ہو جائے گا، ادھر دیکھ لوں گا، آپ آؤ گے تو صرف مجھے کال کر  
 دینا، میں ادھر آ کر کھڑا ہوں گا، رپورٹ کہتا ہے: گجرات سے بھینڈی  
 کر اس کر کے گاڑی آئے گی، میں پر اہلم تو آپ کے ادھر کا تھا،  
 گنور کشک واسود یو کہتا ہے: ادھر سے میں کر اس دوں گا، ہر ٹائم  
 راستہ پہنچ، ایک ہی راستہ رکھنے کا نہیں، کبھی بھی، اس رپورٹ نے

اے مولانا محمد لغمان اختر تاق علی

# روہنگیائی مسلمان اور ہندوستان

داں کے زمرہ میں کھڑا کرتا ہے، تاہم مسلمانوں کو اس مسئلے کو دنیا اور خاص طور پر ہندوستان میں بنام اسلام و مسلمان جنہیں پیش کر کے انسان اور انسانیت کو موضوع بنا کر پیش کرنے کی ضرورت ہے، جس میں شاید ہم کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔

دجہ صاف ہے کہ مسلمانان ہند میں قاسمین کا سرے سے فقدان رہا ہے، خود ساختہ رہنمایان ہر شہر میں نوکری کے بھاڑے دستیاب ہیں، مگر اچھی اور اچھی قیادت کو دن کے اجالے میں ہیڈ لائٹ لے کر ڈھونڈتے رہ جاتے مگر ایسے قاسمین کہیں چھپ کر بھی آد فغاں کر رہے ہوں تو زبردستی ڈھونڈ کر نکال لائیں مگر "کاش جوانی لوٹ آئی" کے سوا آپ کچھ کہ نہیں سکتے، مگر اب اس کا ثلثہ بھی کیا کیا جاتے اور کب تک؟

ہندوستان کی موجودہ صورت حال پر اگر مدحت لکری اور وقت لکری سے بات کی جائے تو بی جے پی کے تین سالہ دور اقتدار میں ہندوستان کے معاشی حالات بد سے بدتر ہو گئے ہیں، قوم سے کئے گئے سارے وعدے طاق نیساں کی قدر ہو کر رہ گئے ہیں، بے روزگاری بڑھتی جا رہی ہے، ایسے حالات میں ۲۰۱۹ء کے الیکشن میں اس کو پھر سے برسر اقتدار آنے کی خاطر "ہندوتوا" کا کارڈ کھیلنا ہوگا اور یہ مسلم مخالف پارٹی ہر اس موقع کو بھٹانے کی کوشش کرے گی جس سے مسلمانوں کو جذباتی بنا کر "ہندوتوا" کا کارڈ کھیل کر کامیابی حاصل کر سکے۔

برما کی حمایت کرنا اور ہندوستان میں بسے ہوئے روہنگیائی مسلمانوں کو یہاں سے نکال باہر کرنے کے پیچھے بھی یہی مقصد کار فرما ہے، ظاہری بات ہے روہنگیائی مسلمانوں کی حمایت کرنے والی سیاسی پارٹیوں کا اپنا فائدہ ہے اور مخالفت کرنے والوں کا اپنا مفاد ہے، سیکولر ازم اور غیر سیکولر ازم سے ہندوستانی

اس وقت جب کہ برما کی زمین پر روہنگیائی مسلمانوں کی جان پر بن آئی ہے، بے بسی کی زندگی، جنگہ دیش کی طرف بھاگی چلی آ رہی ہے، ہر وہ شخص جس کے پھلو میں ایمان کا دل دھڑک رہا ہے، اس کا بے چین ہونا قیمتی اور لازمی ہے، پورے دنیا کے امن پسندوں نے اس حساس مسئلے پر احتجاج کی ہر نوعیت کو بروئے کار لایا ہے، اقوام متحدہ نے فعال کردار تو نہیں مگر بالکل پھلکی آواز ضرور پیش کی ہے، مگر ترکی اور ایران کی آواز کافی دمدار رہی اور کہیں نہ کہیں اس کا اثر بھی دیکھنے میں آیا، پاکستان کی عوام میں بے چینی ضرور رہی مگر "مملکت خدا داد" کہلانے والے پاکستان کی حکومت کے سربراہان کو روہنگیائی کے سلسلے میں جو کردار ادا کرنا چاہئے تھا، وہ نہیں کر سکی، ظاہری بات ہے کشمیر میں دہشت گردوں کو بھیج کر اپنی سیاسی وکان چلانے والے پاکستان کے سیاسی لیڈروں کو روہنگیائی کے بے بس مسلمانوں سے دلچسپی ہو بھی تو کیوں کر ہو۔

اس خونچکاں مالی المیہ پر ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے پر امن لوگوں نے شہر شہر پر امن احتجاجی جلوس نکال کر انسانیت کو آری کا ثبوت پیش کیا، تاہم کچھ مسلمان سیاسی رہنما اور ان کے ساتھ ساتھ علمائے کرام نے بھی اس مسئلے پر اپنے اپنے جذبات کا مظاہرہ کیا اور اس امر میں وہ جذباتی ہو گئے جو غلط تو نہیں مگر حرکت کے متقاضی نہیں ہے کہ جس سے یہ احساس دلانے کی کوشش کی گئی کہ یہ روہنگیائی کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور ہم بھی مسلمان ہیں، اس لئے ہم ہندوستان کے مسلمان اس کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے، خاص طور پر بنگال کی وزیر اعلیٰ متا بنجری اور وہاں کے کچھ علماء اس مسئلے کو باور کروانے میں کچھ زیادہ ہی جذباتی واقع ہوئے ہیں، متا بنجری کا اس مسئلے پر اس طرح کا موقف اختیار کرنا قیمتی طور پر ان کو دور اندیش اور کامیاب سیاست

سچی زندگی

انجمن اہل حق و سچائی

# روہنگیائی مسلمان اور ان کی تاریخ

تحریک شروع کی، مارچ ۱۹۳۲ء سے جون ۱۹۳۲ء تک تین ماہ میں ڈیڑھ لاکھ مسلمان شہید اور پانچ لاکھ مسلمان بے گھر ہوئے، ۱۹۵۰ء میں دوبارہ مسلمانوں کے خلاف تحریک اٹھی، تشدد کا آغاز ہوا، ہزاروں مسلمان شہید اور بے گھر کیے گئے۔

۱۹۶۲ء میں برما کے اندرونی حکومت کا قبضہ ہوا، برما کی ملٹری حکومت نے اراکان کے مسلمانوں کے خلاف تشدد کا سلسلہ شروع کیا جو وقفہ وقفہ سے ۱۹۸۲ء تک جاری رہا، اس عرصہ میں بیس لاکھ سے زیادہ مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں شہید ہوئے، ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۶ء میں بھی مسلمانوں پر بڑے منظم حملے ہوئے اور ہزاروں مسلمان شہید کیے گئے۔

جون ۲۰۱۲ء سے ایک بار پھر مسلمانوں پر حملوں کا آغاز کیا گیا، یہ حملے اکتوبر ۲۰۱۶ء تک جاری رہے، رپورٹ کے مطابق صرف ابتدائی پندرہ دنوں میں بیس ہزار سے زائد مسلمان شہید کیے گئے اور اب ۲۵ اگست ۲۰۱۶ء کو ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا گیا اور اطلاعات کے مطابق اس ہفتے کے اندر پندرہ بیس ہزار مسلمان جوان بوڑھے، بچے اور عورتیں کو شہید کر دیا گیا ہے۔

اراکان کے ان مظلوم مسلمانوں کے ساتھ بڑا الیہ یہ ہے کہ ان کو ہجرت کرنے کے لیے نہ محفوظ راستہ ملتا ہے، نہ پڑوسی ملک انہیں قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، ان کی سرحد بنگلہ دیش سے ملتی ہے، بنگلہ دیش نے ان کے لیے اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں، تھائی لینڈ سے بھی ان کی سرحد ملتی ہے، لیکن وہ بھی انہیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، یوں ہزاروں خاندان کشتیوں میں ساحلوں کے چمکاتے رہے ہیں اور موت کی جھانک تصور کے سوا ان کی دوسری کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

اخبارات و رسائل میں گزشتہ کئی دہائیوں سے برما کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کی داستانیں دیکھا فوٹا میڈیا پر شائع ہوتی رہتی ہیں، جب سے سوشل میڈیا عام ہوا ہے، ان مظالم کے انحرش مناظر اس پر بھی آنے لگے ہیں اور اقوام متحدہ نے اپنی ایک قراردادیں یہ بات بالکل بجا لکھی ہے کہ "دوئے زمین کی سب سے مظلوم اقلیت اراکان برما کے مسلمان ہیں۔"

اراکان درحقیقت ایک آزاد مسلم ریاست تھا جو روہنگیائی مسلمانوں کا آبائی وطن ہے، ۸۳۰ء تک یہ ایک مستقل آزاد ریاست کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ میں موجود رہا، اس کے بعد برما نے اس پر قبضہ کر کے ایک صوبے کے طور پر اسے اپنے ساتھ ضم کر دیا، ایک صدی بعد ۱۸۸۲ء میں برطانیہ نے برما پر قبضہ کیا تو اراکان بھی برطانیہ کے قبضے میں چلا گیا، برطانیہ سے آزادی کی تحریکیں جب برصغیر میں اٹھیں تو ہندو پاک کی طرح برما بھی آزاد ہوا، برما ۱۸۸۲ء میں آزاد ہوا ہے، آزاد ہونے کے بعد برما نے اراکان کو اپنے ایک صوبے کے طور پر بھی اپنے ساتھ ضم رکھا اور اسے ایک آزاد مسلم ریاست کی حیثیت سے دوبارہ ابھرنے نہیں دیا

برما کی حکومت نے اراکان پر قبضہ کر کے جب سے اپنے ساتھ ضم کیا ہے، اسی وقت سے اس نے یہ پالیسی اپنا رکھی ہے کہ اس صوبے سے مسلمانوں کا خاتمہ کیا جائے، چونکہ یہ ایک آزاد مسلم ریاست تھی اور وہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، اس لیے اس نے مسلمانوں کے خلاف وحشت ناک آپریشن کیے اور وقفے وقفے سے مسلمانوں کے خاتمے کے لیے برما حکومت فسادات کی آگ بھڑکاتی رہی ہے۔

۱۹۳۲ء میں بدھ متیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک منظم

بین الاقوامی سطح پر اراکان کے مسلمانوں کے لیے ہلکی پھلکی آوازیں اٹھتی رہی ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ اور اقوام متحدہ نے برما حکومت سے غیر جانبدارانہ تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے، ۲۰۱۲ء میں ان عالمی اداروں کی کوششوں سے ایک کمیشن بھی تشکیل دیا گیا مگر عین وقت پر برما حکومت نے اقوام متحدہ کی زیر قیادت کمیشن کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، نومبر ۲۰۱۶ء میں یو این او کے اعلیٰ سطحی وفد نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور ان مظالم کی رپورٹ مرتب کی لیکن ظلم و جبر کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہم اس موقع پر انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں، رفاہی اداروں اور پورے عالم اسلام سے اپیل کرتے ہیں کہ انسانی مظالم کے اس کریناک المیہ کا مداوا کرنے کے لیے آگے بڑھیں، جہاں بے یار و مددگار انسانوں کی لاشیں جلتی ہیں، خواتین کی عصمت دری کر کے ان کی ننگی لاشوں کو درختوں کے ساتھ لٹکا دیا جاتا ہے، بچوں کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا جاتا ہے، جوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو ایک خندق میں جمع کر کے، اوپر سے بلند وزر چلا کر انھیں زندہ دفن کر دیا جاتا ہے، انھیں زندہ جلا دیا جاتا ہے، یہ تمام مناظر، تصاویر اور ویڈیو کی شکل میں ساری دنیا دیکھ رہی ہے، عالم اسلام دیکھ رہا ہے، مسلمان دیکھ رہے ہیں، انسانی حقوق کی تنظیمیں دیکھ رہی ہیں، لیکن نہ مؤثر آواز اٹھتی ہے نہ ضمیر جاگتے ہیں، اقوام متحدہ کی ذمہ داری ہے، عالم اسلام کی ذمہ داری ہے، میڈیا اور منبر و محراب سے تعلق رکھنے والے صحافیوں، اہل قلم، دانشوروں اور علما کی ذمہ داری ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کے لیے آواز اٹھائیں اور مؤثر اٹھائیں، جب تک ظالموں کے درو دیوار ہل نہ جائیں، جب تک وہ ظلم سے باز نہ آجائیں، جب تک ان بے بسوں کے زخموں کا مداوا نہ ہو جائے، اللہ ان بے یار و مددگار مسلمانوں پر کرم فرمائے، ان کی مدد فرمائے، ہماری بے بسی اور غفلت کو دور فرمائے، ایک درمند دل رکھنے والا مسلمان یہی کہہ سکتا ہے کہ

میں بلبل نالاں ہوں، اک اجڑے گلستاں کا

تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

کیوں نہیں جاگتے مظلوموں کی چیخوں پر

معزز قارئین! جس طرح برما کی زمین خونیں سمندر میں تبدیل ہو رہی ہے، فرش خاک مثیالہ پن چھوڑ کر بے قصور مقتولوں کے خون سے لال ہوتی جا رہی ہے، ایک ایک دن میں سیکڑوں روہنگیا مسلمان برما کے درندوں کی گولیوں سے ڈھیر ہو رہے ہیں، سب پر عیاں ہے، شوشل میڈیا سے پرنٹ میڈیا تک اس کی دل خراش داستانوں سے بھرے پڑے ہیں، مگر اس کے باوجود مسلم حکمرانوں ولیدروں رہنماؤں کا جوش ایمان، جذبہ حرارت، احساس ہمدردی برف کا ڈیلہ بن کر خاموش پڑا ہے جو قابل صد افسوس ہے۔

خدا کے لئے ذرا احساس تو کیجئے کہ کس خوف و ہراس کے ماحول میں روہنگیا مسلمان اپنی جان ہتھیلیوں پر لے کر کبھی ندیوں میں دریاؤں میں کبھی گلیوں میں چوراہوں میں کبھی راہوں میں صحراؤں میں بھوکے پیاسے لرزتے کا پتے ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں آؤ ذرا یہ بھی سنو ان ایام میں پوری مسلم دنیا جب جانوروں کی قربانیاں دے کر اپنا فریضہ ادا کر رہی ہے تو برما کے مسلمان بھی زبان حال سے یہ صدادے رہے ہیں ہمارے ہم مذہب بھائیو، ہماری قربانیاں بھی دیکھو تم جانور قربان کر رہے ہو ہم جان قربان کر رہے ہیں تم قربانی کے گوشت بھون رہے ہو ہم قربانی کے لئے اپنے بچے بھون رہے ہیں تم گوشت کے کباب کو فتنے بنا کر جسمانی مزے لے رہے ہو ہم اپنے جسموں کا برما کی نمودی آگ میں کباب بنا کر روحانی لذت حاصل کر رہے ہیں۔ آہ میری قوم کے مظلوم بھائیو! روہنگیا مسلمانو! آپ نے ہی تو اصل قربانی دی ہیں ہم نے تو صرف رسم نبھایا ہے اللہ آپ کی مدد کرے اللہ پاک اپنے خلیل کے صدقے برما کی نمودی آگ کو جلد آپ پر ٹکڑا کر خلیل بنائے ہم کبھی کیا سکتے ہیں دعاؤں کے یا دو چار مسیح کے علاوہ، ہمیں معاف کریں آپ کے خون کے ایک ایک قطرے پر دو تین آنسوؤں کے قطرے ٹپکانے کے سوا ہمارے پاس دینے کو بچا ہی کیا ہے کیونکہ ایک کے علاوہ ہمارے اکثر حکمران ولیدران رہنمایان و صاحبان، اہل ثروت و اہل سیاست کلمہ تو پڑھتے ہیں مصطفیٰ جان رحمت کا مگر غلام



کا خون ہو رہا ہے، آدمیت مٹ رہی ہے، درندگی اور حیوانیت کا ننگا ناچ ہو رہا ہے، کم از کم مسلم حکمران تو آنکھیں کھولیں، انھیں آواز دے رہی ہیں روہنگیا مسلمانوں کی آہیں، جلنے جسم، بھونٹے بچے، عصمتیں دری کی شکار بہنیں، چپختی مائیں کلمہ پڑھنے والو! کوئی سنے نہ سنے تم کیوں بہرے ہو گئے ہو؟ کوئی آواز اٹھائے نہ اٹھائے تم کیوں گونگے ہو گئے ہو؟

کیا صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے بہادر اور دلیر مسلمان اب صرف کتابوں میں رہ گئے ہیں؟ کیوں ہمیں کہیں سے کسی گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی نہیں دیتی؟ جس پر کوئی ایوبی یا محمد بن قاسم جیسا ہمدرد شیر دل مسلمان سوار ہو، ہماری آنکھیں پتھر اگتیں ہیں خالد بن ولید، طارق بن زیاد جیسے شیروں کی راہ نکلتے نکلتے، آخر کہاں تک کوئی قلم کسی مظلوم اور ستم زدہ کے حال زار پر مرثیہ خوانی کر سکتا ہے؟ درحقیقت یہ درد کرب انہیں کو معلوم ہے، جن پر ظلم و ستم کے یہ پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں، جن کا لفظوں میں اظہار ہمارے لئے ناممکن ہے۔

لہذا مسلمانو! صرف آنسو بہانے کی نہیں، برما میں ہو رہے بھینک ظلم و ستم کے خلاف کوئی ٹھوس قانونی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، مسلم حکمران اس خونی کھیل کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں، آئیں مل کر اپنے مظلوم بھائیوں کو انصاف دلائیں، اللہ پاک اپنے محبوب کے صدقے روہنگیا مسلمانوں کو اور جملہ اہل اسلام کو ایمان و امن کی زندگی عطا فرمائے، آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

سید کاظمی

یا الہی تو عطا فرما، انھیں جائے پناہ جن کی دھرتی اور جن کا آسمان لوٹا گیا  
یا خدا برما کے اہل حق پہ ہو ابر کرم  
دھوپ ہے بے انتہا اور سائباں لوٹا گیا  
رو رہا ہے خون کے آنسو، فریدی کا جگر  
باغبان دیکھا کئے اور گلستاں لوٹا گیا

ہیں کسی اور کا انہیں فکر ہے اپنی کرسی کی اپنی حکومت کی یہ فانی دولت و عیش مستی میں اتنے مگن ہیں کہ اپنی ہوس کی آگ بجھانے کے لئے دشمنوں کے تلوارے بھی چاٹنے کو تیار ہیں کوئی کٹے یا جلے ڈوبے یا تڑپے اکا آچل کسی کی بھی آنسو سے بھیگتا نہیں ہے یہ بس دشمنوں کے اشارے لہرتا ہے۔

مسلمانوں ذرا احساس تو کرو آخر کب تک دشمنوں کی جھولی میں اپنوں کا کٹا سر دیکھ کر خاموش رہو گے اگر یہی صورت حال رہی تو پھر اللہ نہ کرے کہ کہیں آج انکی توکل تمہاری بھی باری ہو آخر کب تک خواب غفلت کی نیند سوتے رہیں گے کب ہمارا جذبہ ایمان بھڑکے گا آخر کب احساس ہمدردی ابھرے گا؟ کیا برما کے حیوانوں کا ننگا ناچ یوں ہی چلتا رہے گا؟ اور ہم تماشائی بنے دیکھتے رہیں گے؟

آخر کیوں نہیں جاگتے مظلوموں کی چیخوں پر

آج روہنگیائی مسلمانوں سے زیادہ مظلوم کون ہے؟ انہیں بے قصور موت کے گھاٹ اتار کر تالیاں بجا کے خوشیاں منائی جاتی ہیں، بے گناہ بچوں کو مشین گن کی گولیوں سے چھلنی چھلنی کر کے ابدی نیند سلا دیا جاتا ہے، ہزاروں ماؤں کی ممتا پر بارود و دم کی برسات کی جاتی ہے، ان کے نظروں کے سامنے ان کے کلیجے کے ٹکڑوں کو جانوروں کی طرح کاٹا جاتا ہے، بے رحمی کی حد پار کر جوان بیٹوں کے سامنے بوڑھے ماں باپ کو ذبح کیا جاتا ہے، تو کہیں بوڑھے ماں باپ کے آگے جوان بیٹوں کے سینے پر دس دس گولیاں داغی جاتی ہیں، گھروں میں آگ لگا کر پوری پوری فیملی کو زندہ جلا دیا جاتا ہے، مسلم دوشیزاؤں کی عصمتیں برما کے درندے آئے دن نوچتے جا رہے ہیں، جن کی چیخیں لٹتی آبروؤں کے ساتھ برما کی خوفناک وادیوں میں دب کر رہ جاتی ہیں۔

اے دنیا کے حکمرانو! بادشاہو! اور سیاست دانو! ان آتنگ وادیوں کے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیتے؟ ان دہشت گردوں کے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھاتے؟ کیا اس سے بھی بڑھ کوئی آتنگ وادہ ہو سکتا ہے؟ کیا ان سے بھی بڑے دہشت گرد ہوتے ہیں؟ یاد رہے مذہب کی آڑ میں یہ انسانیت

الف مولانا عبد المجید ازہری

# کیا میڈیا کی وطن پرستی پر سوال نہیں؟

سید احمد علی

اور مجرم طاقتوں کی کالی ہدایاں کسی نامعلوم کونوں میں دبک جاتی تھیں، انصاف کے جب سارے دروازے بند ہو جاتے تھے تو یہی ایک دروازہ تھا جس نے کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا، سیاسی رہنماؤں کی طرح اس شعبہ نے بڑی قربانیاں دی ہیں جو تاریخ میں زندہ ہیں اور انہیں کی وجہ سے آج کی صحافت کی آبرو باقی ہے ورنہ آج کے کاروباری اور ہکا بکا صحافیوں نے تو اس کا کھانا تقریباً کھوٹ ہی دیا ہے، ایک سچا صحافی اپنے آپ میں ایک انصاف بلکہ ایک انقلاب ہوتا ہے، ملک کے ذمہ داروں میں اس کا شمار ہوتا ہے جس طرح ملک کا مستقبل سیاسی، سماجی اور قانونی رہنما طے کرتے ہیں، اسی طرح اس میں ایک حصہ میڈیا کا بھی ہوتا ہے لیکن آج بد عنوانی کی آمدی میں یہ ستون بھی گر چکا ہے۔

آج اخبار میں کیا آتا ہے اور ٹی وی میں کیا دکھایا جاتا ہے، یہ سب بند کمرے کی سیاست طے کرتی ہے، قومی سطح پر کس کو کہاں کیا اور کیسا مقام دیتا ہے، یہ سب طے شدہ ہوتا ہے، ایک سینئر صحافی کے ۵۰ سالہ صحافتی تجربہ کے مطابق ملک میں رونما ہونے والے بڑے حادثات جیسے دنگے، فرقہ وارانہ فسادات، سرعام کسی کا قتل یا پھر اٹکاؤں کا طریقہ سب پہلے سے طے ہوتا ہے، ان تمام چیزوں سے پرے میڈیا کا اپنا ایک اصول ہے کہ وہ اپنی خبروں سے معاشرے میں ڈر پیدا نہیں کر سکتی، اسے ہر حال میں لوگوں میں ہمت اور امید بنانے رکھنا ہوتا ہے، آج کی میڈیا میں بالکل اس کے مخالف کام ہو رہا ہے، کسی کو بھی مجرم یا دہشت گرد کہنا تو اس کا یومیہ مشق ہو گیا ہے، اس کا جرم ہے بھی کہ نہیں، عدالت اور قانون اسے کیا کہتا ہے، ان سب چیزوں کی پرواہ کئے بغیر ہمارے ”صاحب“ کیا کہتے ہیں، اس کی پرواہ کی جاتی ہے، ہر روز اپنا نیا ساٹی یا پھر ساچھ کے لئے ہر روز بکنے والا معیار ہو گیا ہے، اس کا یہ

اخلاقی طور پر کھوکھلا کر رہی ہے، وہ اس مصداق پر پوری طرح کھری اتر رہی ہے کہ ”ہم تو ڈوبیں گے مگر تم کو بھی لے ڈوبیں گے“ میڈیا کا گرتا معیار آج کرتی سرکاروں سے زیادہ ہکا بکا ہوتا جا رہا ہے، اکیسویں صدی کی آزادی اور خود مختاری کے طوفان نے میڈیا اور سیاست کے دل و دماغ کو ایک ساتھ معذور و معزول کر دیا ہے، آج کا میڈیا دہشت اور نفرت پھیلانے کا ایک ذریعہ بن چکا ہے، ایک زمانے میں میڈیا کو جمہوریت کا ستون کہا جاتا تھا، آج بھی ستون ہی ہے لیکن سب سے پہلے گرنے اور بکنے والا ستون، اس ملک کے لئے میڈیا کی بھی بڑی قربانیاں رہی ہیں، لیکن آج کے خدار اور کاروباری میڈیا والوں نے ان قربان ہونے والوں کی روحوں کو پھر سے مارنے کا کام کیا ہے، حق گوئی اور بے باکی، سچ بولنے، سچ دکھانے اور اسے ثابت کرنے کا سارا جذبہ بچھا گیری کی نذر ہو گیا ہے، آج جب بھی اخبار اور ٹی وی دیکھو تو ڈر لگتا ہے، نہ جانے اب کس خبر سے دہشت پیدا کر دی جائے۔

ایک داعش اور اس کی ہم فکر تنظیمیں دہشت کا کاروبار کر رہی ہیں، دوسری ہمارے ملک کی مخصوص بھیڑ ڈر کا کاروبار کر رہی ہے، سچ چوراہے پر کسی کو بھی مار کر اس کی ویڈیو بن کر اسے خود شیر کر کے ملک کے آئین اس کے دستور اور اس کے جمہوری نظاموں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، انصاف اور قانون کا خون کیا جا رہا ہے، وہیں میڈیا بھی ان کا آل کار بن کر اس کاروبار کو فروغ دینے کا کام کر رہی ہے، لوگوں کو اطراف و اکناف کی ضروری چیزیں سے آگاہ کرنے کی بجائے ان پر خوف طاری کر رہی ہے، اس کے بعد اس خوف کے ازالہ کے لئے کاروباری دروازے کھول دئے جاتے ہیں، ڈر کا کاروبار ایسا ہے جس میں نقصان نہیں ہوتا۔

میڈیا کے اس ڈوبتے سورج کی کبھی صبح امید اور جوش کی

گھٹنے، بیس منٹ اور ایک گھنٹے میں جو سسپینس اور ٹویٹ آرہے ہیں، وہ بڑے مہلک ہوتے جا رہے ہیں، ابھی تو دو گھنٹے کی فلم باقی بھی ہے، اس پر مزید یہ ہے کہ اگلے پانچ گھنٹے کی اس فلم کی دوسری سیریز بھی تقریباً تیار نظر آتی ہے، کیونکہ تقریباً سارے پروڈکشن ہاؤس بند پڑے ہیں، کہیں کوئی شوٹنگ چل ہی نہیں رہی ہے اور جس طرح سے یہ سالہ فلم چل رہی ہے، ایسا لگتا ہے کہ ریکارڈ توڑ کر ہی دم لے گی۔

ملک کی داخلی صورت حال وہ بھی سکیورٹی سے متعلق خبریں نشر کرنا اور وہ بھی اتنی غیر ذمہ دارانہ طور میڈیا کے ساتھ ساتھ ملک کے ساتھ بھی کھلاڑ ہے، اس سلسلے میں یہ عقدہ کشائی ایک طرف کہ آخر یہ خبر میڈیا میں آئی کیسے؟ اس کا سر جکل، نوٹ بندی، کشمیر، امرنا تھ، GST، صدر جمہوریہ کا الیکشن یا بہار کی سرکار اور سی بی آئی کے چھاپوں سے تو ہو سکتا ہے کوئی لینا دینا نہ ہو، لیکن آج سیاست کی گھٹی میں شامل بدعنوانی کو تو کافی بڑا راستہ مل گیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پر حکومتوں کا کیا رد عمل ہوتا ہے، اس انتہا پسند بھیڑ کا کیا رد عمل ہوتا جو ملک میں کھانا، کپڑا، کاروبار، کہنا سننا اور بولنا طے کرتی ہے، جو ملک میں وفاداری کا ٹیسٹ لیتی رہتی ہے، اب وہ اس بات کو کس طرح سے دیکھتی ہے، احتجاجی پیشہ وروں کا اس پر کیا رد عمل ہوتا ہے؟ یہ ایک قابل غور امر ہے، سوشل میڈیا کے کرائی کاری بھی اب تک خاموش ہیں یا تو انہیں اب تک بتایا نہیں گیا یا رموٹ آن نہیں کیا گیا، اب ایسی صورت حال میں اس قدر خاموشی ذہنی و اخلاقی طور پر موت کے ساتھ ساتھ وطن پرستی کی امید کے دم مرگ کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

یہ بھی میڈیا کی سفاکیت ہے کہ سیمانچل کے سیلاب زدگان، گورکھپور کے ننھے بچوں کی اموات، دو ٹرینوں کے حادثے اور کرنل پروہت کی ضمانت کو دبا کر سپریم کورٹ کے تین طلاق کے فیصلے اور وطن پرستی کے تئیں ”بھارت ماتا کی جئے“ اور ”وندے ماترم“ پر سارا زور لگایا جا رہا ہے، اس میڈیا کے لئے سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ وہ کسی طرح سے یوپی حکومت کی چچہ گیری کو ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کا کیا فائدہ ہے، وہ تو ۱۹۴۷ء سے بھیس ۱۳۳۱

معیار خود اس میڈیا نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے، آج کی میڈیا محض کاروبار ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے، یہ میڈیا کاروبار اور پیسہ کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے، وہ جی حضوری کے چکر میں ملک کی عظمت اور اس کے وقار کو بھی خاک میں ملا سکتی ہے، ایسا ہی ایک واقعہ حال ہی میں رونما ہوا ہے۔

TRP سنسنی اور سب سے پہلے خبر دینے کی ہوڑ نے سب کو خود غرض بنا دیا ہے، جب یہ خبر میڈیا میں عام ہوئی کہ ”ملک کے پاس ہتھیار کم ہیں“ جنگ کی صورت میں مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، مطلب ہم کمزور ہیں، بظاہر یہ بہت چھوٹی بات ہے، لیکن اس کے پیچھے کے سوالات نہایت ہی خطرناک ہیں، سب سے پہلا سوال کہ ہمارے ملک میں کتنا ہتھیار ہے؟ یہ خبر ایسے ہی میڈیا میں کیسے آگئی؟ یہ خبر چھاپنے یا دکھانے سے پہلے میڈیا نے کیوں نہیں سوچا کہ اس کا کیا رد عمل پاپس منظر و پیش منظر ہو سکتا ہے، اس خبر کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر ملک پر کیا اثر پڑے گا، اس خبر سے کس کو کتنا فائدہ اور کتنا نقصان ہو سکتا ہے؟ یہ سب بڑے ہی ڈرامائی اور فلمی انداز میں ہوا، چین کی جانب سے ملک کے خلاف بڑھتے اقدامات کے جواب میں کئی ممالک کی حمایت کی خبریں آتی ہیں، چینی سامان کے بائیکاٹ کا پروپیگنڈہ ہوتا ہے، ہندو چین کے روزانہ بگڑتے حالات کی خبریں بھی آتی ہیں، اچانک خبر آتی ہے کہ ہمارے پاس تو ہتھیار ہی نہیں ہیں، سرجیکل اسٹرائک سے لے کر اب تک جس طرح سے ہماری فوج کا سیاسی استعمال اور قدرے استحصال ہوا، وہ شاید ملک کی تاریخ میں ایک سیاہ باب ہے، اس خبر نے جہاں ملک کو ایک طرف کشمکش میں ڈال دیا ہے، وہیں دوسری طرف ایک بڑے خدشے کا بھی اشارہ دیا ہے، اب جب ملک میں ہتھیار کم ہیں، اس پر پاکستان اور چین کی طرف سے مسلسل دست درازی کا سلسلہ بھی جاری ہے، اس لئے بھاری مقدار میں اسلحہ اور ہتھیار کی خریداری ہونی ہے، کچھ دن قبل فوجی ٹرک کی خریداری اور اس سے جڑے کچھ خلاصے سامنے آئے تھے، اس خریداری میں جس قدر گھونٹالہ اور اسکیم کا معاملہ سامنے آیا تھا، کیا یہ اس سے بھی بھیا تک ہو سکتا ہے، یہ پانچ گھنٹے کی فلم ہر آدھے

لے مولانا محمد کفر امام قادری

# غوث اعظم کی انقلابی تحریک

حکومتیں قائم ہو چکی تھیں، شیعہ حکومتیں، سنی حکومتوں سے جنگ کر رہی تھیں اور سنی حکمران شیعوں سے برسرِ پیکار تھے، بااثر وزراء اپنی الگ الگ حکومت قائم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے، خانہ جنگی کا ماحول برپا تھا، حکومت کے لئے میں محمود طالب جاوہر، حشم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے تھے، ایک دو ٹکڑوں درجنوں سلاطین اپنی اپنی سرحدوں کے چھوٹے لہر رہے تھے، سلطان وزراء سے خائف اور وزراء فوجیوں سے خوفزدہ، نہ ایک دوسرے پر کوئی اعتماد، ایک دوسرے کے لئے کوئی ہمدردی، جو جہاں ہے وہیں کرسی اختیار کا بھوکا ہے، گویا مسلمانوں کا سیاسی نظام انتہائی بد حالی کا شکار تھا، ان کے پاس فوجیں تھیں مگر بے روح، ان کے پاس حکومت تھی مگر صرف نام کی، ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا مگر رعایہ کے دلوں میں کوئی قدر نہ تھی، گویا مکمل نظام سیاست مفلوج ہو چکا تھا۔

یورپ کے اہل کلیسا کے لئے یہ اچھا موقع تھا اور جیسے ہی مسلمانوں کی اس کمزوری کا انہوں نے احساس کیا فوراً مملکت اسلامیہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے ایک طوفان بن کر نکل پڑا، شام و فلسطین کی سرزمین حیاتی دنیا کے لئے مقدس تھی، ساتویں صدی عیسوی سے اس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا، عیسائی دنیا کا روحانی پیشوا پوپ تھا، اس نے اپنے پیروکاروں میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی تعصب ابھارنے کی کوشش کی، اس وقت اسلامی دنیا سیاسی انتشار کا شکار تھی اور یہ عیسائی یورپ کی طرف سے جارحیت کا سنہرا موقع تھا۔

پوپ ارین ثانی نے ۱۰۹۵ء میں ایک خطبے میں جنگ کا اعلان کیا اور عیسائی دنیا پر زور دیا کہ وہ شام و فلسطین میں واقع مقدس مقامات کو مسلمانوں کے قبضہ سے چھین لیں، اس وقت یورپ کا جاگیردارانہ نظام پورے شباب پر تھا، آبادی، دولت و وسائل کی

حضور سیدنا سرکار غوث اعظم شیخ عبدالغادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل و عمارت، خوبیاں اور کمالات اس قدر ہیں کہ عام آدمی نے تو اس کا ادراک کر سکتا ہے اور نہ ہی سب کو احاطہ بیان میں لاسکتا ہے، جن اصحاب فکر و نظر نے آپ کے فضائل پر غور کیا، بے ساختہ ان کی زبان چرخ اٹھی۔

پوچھتے کیا ہو وہ جیلاں کے فضائل اسی ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

آپ کی سیرت و سوانح، فضائل و مناقب اور حیات و خدمات کے عناوین پر سیکڑوں کتابیں، مضامین و مقالے لکھے گئے، لکھے جا رہے ہیں اور آئندہ بھی یہ سلسلہ ان شاء اللہ چلتا رہے گا۔

آج خطابات و بیانات اور مضامین و مقالات میں غالب طور پر قلم کار وہ خطبا کرامات و خوارقِ عادات و افعال کے بیان پر زور صرف کرتے ہیں جبکہ کرامتیں کوئی نمونہ عمل فراہم نہیں کرتیں اور نہ ہی ان کے بیان سے کوئی رہنمائی ملتی ہے، کرامتیں بلاشبہ عقیدت و محبت پیدا کرنے کا ذریعہ اور صاحب کرامت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں مگر غنی نسلوں کو واقعات کرامت کے بجائے آئینہ حیات مطلوب ہے۔

اس وقت پوری مسلم دنیا جس صورت حال سے دوچار ہے، اس سے نجات پانے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا چاہئے، ہم نے سیرت غوث اعظم سے ان گوشوں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو اس مقدمہ کو حل کر سکتے ہیں، تو سب سے پہلے ہم غوثیت کبریٰ کے ظہور سے قبل کے حالات پیش کرتے ہیں تاکہ آج کے حالات اور اس زمانے کے ماحول میں موافقت سمجھنا آسان ہو جائے۔

ظہور و خورشیت سے پہلے کئے احوال

خلافت عباسیہ روز بروز زوال کی طرف بڑھ رہی تھی، درجنوں



چاندی اور سونے کی تھیں، سب لوٹ لیں، اس ہنگامہ میں لاتعداد مسلمان شہید ہوئے، بیت المقدس کے جس قدر مسلمان کسی نہ کسی طرح بچ کر بھاگ سکے وہ بحالت پریشان بغداد پہنچے اور وہاں عیسائیوں کے ان مظالم اور مسلمانوں کی بربادی کا حال خلیفہ بغداد کو سنایا، خلیفہ نے برکیارق، محمد، سحر وغیرہ سلاطین سلجوقیہ کے پاس پیغام بھیجا کہ ملک شام کو بچاؤ مگر وہ آپس کی خانہ جنگیوں میں ایسے مصروف تھے کہ اس طرف متوجہ نہ ہو سکے اور ملک شام کو عیسائیوں نے خاک سیاہ بنا ڈالا، وزیر السلطنت مصر جس نے مسلمانوں کے قبضے سے بیت المقدس کو لے کر عیسائیوں کے ہاتھ فتح کر دیا، یہ خبر سن کر مصر سے فوج لے کر چلا کہ بیت المقدس کو عیسائی سے فتح کرے لیکن عیسائیوں نے اس کے آنے کی خبر سن کر آگے بڑھ کر مصری فوج کو شکست فاش دے کر بھگا دیا اور بھاگتے ہوؤں میں سے کسی کو بھی بچ کر نہ جانے دیا۔ [تاریخ اسلام جلد سوم ۲۱۲]

اس کے بعد صلیبیوں کے مقابلے کے لئے مسلمان فوجیوں نے بڑی محنت کی، متعدد جنگیں ہوئیں اور عیسائی مقبوضات میں سے بعض مقامات پر اسلامی جھنڈے لہرائے گئے لیکن چند سالوں بعد پھر عیسائی فتح و کامرانی کے حصول میں کامیاب ہو گئے اور ایک مستقل طاقت و حکومت و سلطنت قائم کر لی، اکبر شاہ عجیب آبادی لکھتے ہیں:

”۳۹۸ھ میں پھر ایک مرتبہ مصری فوجیوں نے عیسائیوں پر حملہ کیا اور دمشق کی ترکی فوج نے بھی مصری فوج کا ساتھ دیا، مگر اس لڑائی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، ساحل شام کے شہروں میں طرابلس، صور، عبید اور بیروت مصری حکومت کے ماتحت تھے، ۵۰۳ھ میں عیسائیوں کے جنگی بیڑے آئے اور انہوں نے ان تمام شہروں کو یکے بعد دیگرے فتح کر کے تمام ساحل شام پر اپنے قبضہ کو مکمل کر لیا۔

عیسائیوں نے بیت المقدس کو فتح کر کے وہاں اپنا ایک بادشاہ مقرر کیا اور ملک شام کا جس قدر علاقہ انہوں نے فتح کر لیا تھا، وہ سب بیت المقدس کی اس عیسائی سلطنت میں شامل کر دیا، اس طرح ملک شام کے اندر ایک چھوٹی سی عیسائی

فراوانی تھی، ادھر مشرق کی روایتیں خوشحالی اور حسن کی داستانیں پھیلی ہوئی تھیں، یوں مذہبی جنون کے ساتھ لوٹ کھسوٹ اور عیش و نشاط کی خواہشات مل گئیں، اٹلی کی ساحلی شہروں و پنس، جنیوا وغیرہ کی بین الاقوامی تجارت کو مشرق وسطیٰ کی مسلم مقبوضات کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا اور ان تجارتوں کی روایتی خوشحالی متاثر ہوئی تھی، چنانچہ انہوں نے عیسائی حملہ آوروں کی دل کھول کر مدد کی۔“ [عہد یونانی لٹریچر ۲۱]

۳۹۰ھ میں یورپ کے عیسائیوں نے جن میں بڑے بڑے بادشاہ بھی شامل تھے، متحد ہو کر بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے حملہ کیا، ان صلیبی حملہ آوروں نے آتے ہی انطاکیہ کا محاصرہ کیا، انطاکیہ میں ان دنوں باغیسانی نامی ایک سلجوقی مامور تھا، وہ عیسائیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور انطاکیہ کو چھوڑ کر فرار ہوا، راستے میں کسی ارمنی نے اس کو مار ڈالا اور سر اتار کر صلیبی لشکر میں لے آیا، انطاکیہ کا اس طرح نکل جانے اور باغیسان کے مارے جانے سے ملک شام میں ہلچل مچ گئی، کروقانامی سلجوقی سردار جو موصل کا والی تھا، عیسائی حملہ آوروں کی طرف بڑھا اور مرج وابق میں پہنچ پڑا، یہ سن کر وفاق بن حشیش، سلیمان بن مرقط، طنگلین والی حمص بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بوقا کے پاس پہنچ گئے اور سب مل کر انطاکیہ کی طرف عیسائیوں کے مقابلے کے لئے بڑھے، عیسائی لشکر کے مقابلے میں ان مسلمان سرداروں کی متحدہ فوج بے حقیقت اور نہایت قلیل تھی، سخت معرکہ آرائی کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی، ہزار ہا مسلمان شہید ہوئے، عیسائیوں نے ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا، اس کے بعد عیسائیوں نے حمص پر قبضہ کیا، پھر عکہ کا محاصرہ کر لیا، عکہ کی ترکی سلجوقی فوج نے بڑی بڑی سختیاں برداشت کیں اور مدافعت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔

عیسائیوں نے ۲۳ شعبان ۴۹۲ھ کو چالیس روز کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا، شہر میں کھس کر عیسائی فاتحین نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا، مسلمانوں نے محراب داؤد علیہ السلام میں پناہ لی کہ یہاں عیسائی قتل سے باز رہیں گے مگر انہوں نے وہاں بھی ان کو قتل کیا، مسجد اقصیٰ اور صخرہ سلیمان میں ستر ہزار مسلمان شہید کئے گئے، مسجد اقصیٰ کے تمام قیمتی سامان، قندیلیں جو

سلطنت قائم ہوگئی اور وہ اس لئے بہت زبردست تھی کہ اس کو مسلسل براعظم یورپ کے ملکوں سے فوجی و مالی امداد پہنچتی رہتی تھی، ان عیسائیوں کے مقابلے میں مصر کی سلطنت عبیدی سے کچھ نہ ہوسکا، حالانکہ عیسائیوں نے زیادہ تر انہیں شہروں اور اسی حصہ پر قبضہ کیا تھا جو سلطنت مصر کے قبضے میں تھا۔

بہر حال عیسائیوں کی سلطنت یا ریاست شام کے مغربی ساحل پر اس لئے قائم ہو سکی کہ سلجوقی امراء آپس میں لڑ رہے تھے اور مصر کی دولت عبیدیہ نے اپنی کمزوری اور نا قابض اندیشی سے عیسائیوں کو چیرہ دستی کا موقع دیا۔ [تاریخ اسلام، حصہ سوم، ص ۲۱۳]

صحابہ کرام و تابعین عظام کے عہد میں جو اسلامی ماحول برپا تھا، اس کے نام و نشان مٹ چکے تھے، شر و فساد کا دور دورہ تھا، طرح طرح کی برائیاں و خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں، حیات انسانی کا ہر شعبہ اسلامی انوار سے دور ہو چکا تھا، بد اعتقادی و بد علی کا شیوہ تھا، دعوت و تبلیغ کے مراکز اپنی افادیت کھو بیٹھے تھے، سیاسی افراد آپس میں دست بگریباں تو تھے ہی، علماء و مشائخ بحث و مناظرہ میں مصروف تھے، مسلکی تعصب اور مذہبی منافرت زوروں پر تھی، مدارس کے مدرسین سے لے کر طلبائے علوم اسلامیہ تک سبھی اخلاص سے کوسوں دور تنگ نظری کا شکار تھے۔

یہاں میں چند اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہوں، جن سے اس زمانے کے بگڑے ہوئے ماحول پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، حضرت امام غزالی اس زمانے کے عمومی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں:

”اس نے ہمیں اتنا گرایا کہ یہ حالت ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون، دین کے اس ستون سے علم و عمل کو محو کر دیا گیا، اس کی حقیقت و نشان مٹ گئے، مخلوق کے دلوں پر منافقت کا قبضہ ہو گیا، خالق کے آگے گردن جھکا نا ختم ہو گیا اور لوگ جانوروں کی طرح اپنی خواہشات و شہوات کے پیچھے لگ گئے، بساط دنیا پر ایسے مومن صادق کم رہ گئے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی، اس صورت حال کی تلافی کی اور اس شگاف کربندی، زمانہ اپنی تباہی کی طرف بڑھتا رہا اور اس نے بلندی کے بجائے

درجات کی پستی کو اپنالیا۔“ [احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۳۰۲]

علمائے اسلام کے بارے میں امام غزالی رقمطراز ہیں:

”مگر آج طمع نے علما کی زبانوں کو بند کر دیا ہے اور وہ خاموش ہو گئے ہیں، اگر وہ بات کرتے بھی ہیں تو ان کے اقوال، احوال کے مطابق نہیں ہوتے اور انہیں کامیابی نہیں ہوتی، اگر وہ سچ بولتے اور علم کا حق ادا کرنے کا عزم کرتے تو انہیں یقیناً کامیابی ہوتی، پس رعایا کی خرابی بادشاہوں کی خرابی کی وجہ سے ہے، بادشاہوں کی خرابی علماء کی خرابی کی وجہ سے اور علماء کی خرابی مال و جاہ کی محبت میں گرفتار ہونے سے ہے، جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہوا وہ معمولی لوگوں پر بھی احتساب کی طاقت نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ بادشاہوں اور بڑے لوگوں کا احتساب کرے، اللہ ہی سے ہر حال میں مدد طلب کی جاسکتی ہے۔“ [ایضاً، ص ۳۵۱]

جہاں سے قوم کو روحانی غذا ملتی ہے، جہاں سے اصلاح معاشرہ کی تحریک ہوتی ہے، جہاں ظاہر و باطن کو سنوارا جاتا ہے اور جو اسلامی تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور تطہیر باطن کا مصدر و منبع ہیں یعنی مدارس و خانقاہ، علماء اور صوفیا، جب ان میں بگاڑ آیا تو پھر کون بچ سکتا تھا، پورے بغداد اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے مدارس کے اندرونی احوال پر ڈاکٹر ماجد عرساں الکیلانی کا تبصرہ ملاحظہ کریں:

”مذہبی تعصب کے اثرات تعلیم اور اس کے اداروں پر منعکس ہونے لگے، مختلف مذاہب کے شیوخ، مدارس اور درسگاہوں میں گھس گئے اور ان کے انداز، اہداف اور رجحانات پر اثر انداز ہونے لگے، ان اثرات کی مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

اول: تعلیم کے اہداف اور اس کے مقاصد میں خرابی، تعلیم کے اہداف، افتاء، قضا، اوقاف جامعات میں تدریس، احتساب وغیرہ میں عہدوں کے حصول کے گرد گھومنے لگے اور مختلف مذہبی گروہ اپنی اپنی آراء کی حفاظت میں کوشاں رہنے لگے تاکہ اس کے ذریعہ مناصب اور اداروں کو اپنی تحویل میں لیا جاسکے۔ دوم: ان اہداف کی وجہ سے تدریس کا مفہوم تنگ ہو کر رہ گیا ہے، وہ مخصوص کی عبادات اور معاملات کے مباحث تک

محدود ہو گیا، جن کا مقصد اپنے فرقہ کی توصیف کرنا تھا، نتیجہ کے طور پر ایک ہی مدرسہ مختلف دائروں میں منقسم ہو گیا اور تزکیہ، اخلاق، علوم آخرت، داعیوں اور مصلحتوں کی تیاری جیسے مباحث نظر انداز کر دیے گئے، تجدید کا کام رک گیا اور یوں گروہی تعلیم، اس کا دفاع اور اداروں میں اس کی اشاعت زندگی کے مسائل حل کرنے کے مقابلے میں زیادہ اہم ہو گئی، مناظرہ و جدل کے اسلوب مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گئے۔

سوم: فرقہ بندی طلباء کے صفوں میں داخل ہو گئی، اس نے ان کے روابط و تعلقات میں فساد پیدا کیا اور معاشرہ میں قائم تنازعات میں ان کی تربیت کی، مختلف مذاہب کے اساتذہ، طلبہ کو اپنی طرف لانے کی کوشش کرنے لگے اور ان کی عقل اور حجان میں فرقہ کی سوچ کا بیج بونے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ درس و تدریس اور مدارس کی مجالس، مختلف مذاہب کی آرا کی تائید اور مخالفین کے آراء کی تردید کے میدان بن گئیں، جہاں مخالفوں پر بیانات اور اشاروں سے حملے ہوتے تھے، طلبہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے، ہر گروہ کسی مذہبی مکتب فکر کے شیخ کے گرد جمع رہتا، اس کی تعظیم و تکریم کرتا، بغیر سوچے سمجھے اس کی ہر بات ذہن نشین کرتا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا، اس کے نتیجے میں مدارس میں طلبہ کے گروہوں کے درمیان تصادم کے واقعات ظاہر ہونے لگے۔“ [عہد یوں کی نسل نو، ص ۴۰]

۳۶۹ھ میں مدرسہ نظامیہ میں ابو نصر بن قشیری کی آمد ہوئی، انہوں نے اپنے خطاب میں حنابلہ کی مذمت شروع کر دی اور انہیں تجسیم سے منسوب کیا، ان کی تائید مدرسہ کے چند دوسرے ہم مذہب شیوخ مثلاً شیخ ابواسحاق شیرازی اور ابوسعید صوفی نے کی، چنانچہ فتنہ پیدا ہوا جو مدرسہ سے باہر بھی پھیل گیا حتیٰ کہ شافعیہ کی ہم نوا جماعت نے حنابلہ کے شیخ ابو جعفر بن موسیٰ پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ اپنی مسجد میں تھے، حنابلہ کے ساتھیوں نے ان کا دفاع کیا اور اس بات پر لوگوں میں لڑائی شروع ہوئی، ابو بکر شاشی نے اس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے وزیر نظام الملک کو لکھا کہ یہ بہت بری بات ہے کہ ایسا واقعہ اس مدرسہ میں پیش

آئے، جسے اس نے قائم کیا ہے، جب لوگوں میں ایسے واقعات زیادہ ہونے لگے تو ابواسحاق شیرازی نے غصہ میں آ کر بغداد چھوڑنے کا فیصلہ کیا، طویل جدل کے بعد حکومت نے دونوں مذاہب کے شیوخ کے مابین مداخلت کر کے معاملات کو درست کیا۔ [الہدایہ والنہایہ، جلد ۱۲، ص ۱۱۴]

۴۷۰ھ میں مدرسہ نظامیہ کے طلبہ حنابلہ اور شافعیہ میں لڑائی ہوئی، ہر فریق کو عوام کی مدد حاصل تھی، تقریباً بیس قتل ہوئے اور کئی دوسرے زخمی ہوئے، ۴۷۵ھ میں شافعیہ نے ابوالقاسم بکری اشعری کو مدرسہ نظامیہ میں بلایا، انہوں نے اپنے خطاب میں حنابلہ پر تنقید کی، جس کے سبب مدرسہ کے اندر و باہر فتنہ کھڑا ہو گیا، آگ زنی ہوئی اور کتا میں ضائع ہوئیں۔ [الکامل فی التاريخ، جلد ۱۰، ص ۱۲۴]

۴۷۸ھ میں ابو بکر احمد بن محمد فور کی بغداد آئے اور مدرسہ نظامیہ میں خطاب کیا، اس پر خوب لے دے مچی اور لوگ آپس میں لڑنے لگے۔ [المنتظم ابن جوزی، حصہ ۹، ص ۱۶]

مذہب و مسلک کے نام پر لڑائی و فساد صرف مدرسہ کے اندر ہی نہیں بلکہ یہ آگ مدارس کے باہر بھی لگتی رہتی تھی، چنانچہ ۵۲۱ھ میں امام ابوالفتح اسفرائینی جو اشاعرہ میں مشہور و معروف شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے جامع منصور کو اپنے وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا، لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے متاثر ہونے لگے، یہ بات حنابلہ کو اچھی نہ لگی، چنانچہ وہ جمع ہو کر اسفرائینی کے پاس آئے اور ان پر سختی کی، پھر وہ سڑکوں پر یہ نعرہ لگاتے ہوئے نکلے، یہ دن حنبلیوں کا دن ہے نہ کہ شافعیوں اور اشعریوں کا۔ [المنتظم، حصہ ۱۰، ص ۷]

امام ابن عساکر کا بیان ملاحظہ کریں:

”ابو بکر اور کینے افراد کی ایک جماعت، جو حنبلی کہلاتے تھے، بغداد میں مظاہرہ کرنے لگے، انہوں نے ایسے گندے اور شرمناک انداز ایجاد کر لیے جن کی مسلمان تو کیا کوئی کافر بھی اجازت نہیں دے سکتا، انہوں نے ماضی کے ائمہ پر تہمتیں لگانے اور اہل و دینی جماعتوں کی عیب جوئی میں انتہا کر دی، وہ اجتماعات، محفلوں، مسجدوں، بازاروں، راستوں، خلوت اور جلوت میں ان پر لعن طعن کرتے، پھر طمع نے گمراہی میں انہیں

اس قدر بڑھا دیا کہ وہ اس چیز پر بھی طعن کرنے لگے جس سے ائمہ ہدایت نے مدد لی تھی یعنی شریعت و ثقی، وہ اس بات میں یہاں تک بڑھے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مذمت شروع کر دی۔“

اس زمانے میں صوفیاء کے حالات پر یوں گفتگو فرمائی:

”اس عہد کے اکثر صوفیاء نے اپنے باطن کو مختلف افکار اور چھوٹے کاموں سے خالی نہیں کیا، انہیں اللہ تعالیٰ اور خلوت میں اس کے ذکر کی محبت حاصل نہ ہو سکی، وہ نکلے افراد ہیں، جو اسے ہمہ وقتی شغل نہ بنا سکے، انہوں نے بے کاری کو پسند کیا اور عمل کو بوجھ سمجھا، انہوں نے روزی کمانے کو مشکل اور سوال کرنے کو آسان جانا، وہ شہروں میں بنائے گئے رباط میں خوش ہو گئے اور وہاں پر مقرر خدام کو اپنی خدمت کے ذریعہ مسخر کر لیا اور ان کی عقل و دین کو خراب کرنے لگے کیوں کہ خدمت سے ان کا مقصد محض ریا، شہرت اور اپنے پیروکاروں کی کثرت کے بہانے سوال کر کے مال بٹورنا ہوتا ہے، ان خانقاہوں میں نہ تو ان کا حکم چلتا ہے، نہ مریدوں کی تربیت نفع بخش ہوتی ہے اور نہ ان پر کوئی پابندی ہوتی ہے، وہ بیوند لگے لباس پہنتے ہیں، خانقاہوں سے تفریح گاہوں کا کام لیتے ہیں، جب کبھی مصیبت زدہ لوگوں کے بارے میں خوبصورت الفاظ سنتے ہیں تو اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں، وہ خرقہ، سیاحت، الفاظ اور عبادت میں صوفیہ سے مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان کی سیرت کے ظاہری آداب اختیار کرتے ہیں اور اپنے بارے میں سب خیر خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سب ٹھیک کر رہے ہیں، ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فارغ نوجوان سے نفرت کرتا ہے اور ان کی سیاحت کے پیچھے ان کی جوانی اور فراغت ہی کا فرما ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ کوئی حج یا عمرہ کے لئے سفر کرے جس کی سیرت و علم کی تقلید مقصود ہو۔

آج شہر اس سے خالی ہو گئے ہیں اور تمام امور دینی، خرابی و کمزوری کے شکار ہو گئے ہیں، تصوف تو بالکل ہی ناپید اور بے

بنیاد ہو چکا ہے، کیوں کہ علوم کبھی تغافل یا عالم کی وجہ سے محو نہیں ہوتے، اگر کوئی عالم سوء ہے تو یہ اس کی سیرت کی خرابی ہے، نہ کہ اس کے علم کی؟ عالم اپنے علم پر عمل کے بغیر اور عمل کے بغیر باقی رہتے ہیں مگر تصوف عبارت ہے قلب کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور غیر اللہ کی تحقیر سے، اس کا حاصل قلب اور اعضاء کے عمل سے ہے، جب عمل میں خرابی آتی تو حاصل خود بخود ختم ہو گیا۔ [احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۲۳۹]

ابتدائی صدیوں میں ابراہیم بن ادہم متوفی ۱۶۳ھ، داؤد طائی متوفی ۱۶۵ھ، فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ، مصروف کرخی متوفی ۲۰۰ھ، سرسقطی متوفی ۲۵۷ھ، حارث مجاہد متوفی ۲۴۳ھ، ابویزید بسطامی متوفی ۲۶۱ھ، جنید بغدادی متوفی ۲۹۸ھ جس تصوف و روحانیت کے علمبردار تھے، وہ نظام تطہیر بھی متاثر ہونے لگا اور جاہل و دنیا دار لوگ تصوف کے نام پر شریعت سے دوری کو تصوف و روحانیت کا نام دینے لگے اور تصوف میں ایسی باتیں پیدا کر لیں جو گناہ اور زندقیت کی راہ پر لے جانے والی تھیں۔

اس سلسلے میں امام غزالی فرماتے ہیں:

”میں نے ہمارے ہر دو قسم کی باتیں ہیں جو بعض صوفیاء نے کہیں، ان میں سے ایک تو وہ لمبے چوڑے دعوے ہیں جو عشق الہی اور اعمال ظاہر سے مستثنیٰ ہونے کے بارے میں کئے گئے، یہاں تک کہ اس طبقہ کے دعویٰ، اللہ تعالیٰ سے اتحاد، حجاب کے اٹھنے، آنکھوں سے مشاہدہ اور بالمشافہ گفتگو تک جا پہنچے، وہ کہتے ہیں ہمیں یوں کہا گیا اور ہم نے یوں کہا، اس معاملہ میں وہ حسین بن منصور حلاج سے مشابہت پیدا کرتے ہیں، جس کو اس قسم کے کلمات پر پھانسی دی گئی اور اس کے قول انا الحق کا حوالہ دیتے رہتے ہیں، اسی طرح حضرت بایزید بسطامی سے مشابہت پیدا کرتے ہیں جن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ”سبحانی سبحانی“ یہ کلام کا ایسا فن ہے جس سے عوام کو بڑا نقصان پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کاشتکاروں کی ایک جماعت نے اپنی کھیتوں کو چھوڑا اور اس قسم کے دعویٰ کرنے لگی، کیوں کہ ایسا کلام طبیعت کو لطف دیتا ہے، خاص طور پر جب اس کے ساتھ اعمال سے تساہل اور محض



حصول بھی کر سکتے ہیں، مولائے کریم ہمیں غوث پاک کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

ص ۵۷ کا بقیہ

فطرت کا حال آشکار ہو جائے، حسد کس کی صفت ہے؟ یہ معلوم ہو جائے اور صبر کس کی شان ہے؟ اس راز سے بھی پردہ اٹھ جائے۔ مریدین مفتی اعظم سے گزارش: تاج الشریعہ کے مخالفین عشق رسول کا جوہر، عفو و گزر، شریعت و طریقت کا سنگم، عشق رسول میں سرشار، نہ ان کا کوئی ثانی، دنیا ان پر فریفتہ اور انہیں اک نگاہ دیکھنے کے لئے بیتاب ہے، یہی ماحول اعلیٰ حضرت کے دور میں بھی تھا، لوگ ان سے بھی حسد کرتے تھے، اسی ماحول میں آپ نے کہا تھا۔ حسد سے ان کے سینے پاک کر دے کہ بدتردق سے بھی یہ سل ہے یا غوث

دیا مجھ کو انہیں محروم چھوڑا  
مرا کیا جرم حق فاضل ہے یا غوث

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف  
بامید آل کہ روزے بشکار خواہی آمد  
کا منظر بنی ہوئی ہے، بن دیکھے بھی اتنے عشاق ہیں کہ تاج الشریعہ بحیثیت مرشد، بحیثیت مفتی، بحیثیت مصنف، حضرت مولانا روم نے لکھا ہے۔

بر مرید صادق صاحب تمیز ہست ذکر سیرت پیراں عزیز  
ذکر پیراں تازہ ایمانش کند قصہ شاں جلوہ برجانش کند  
یعنی تمیز والے مرید صادق کو اپنے پیروں کی سیرت کا ذکر بڑا عزیز ہوتا ہے، پیر کا ذکر ان کے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور ان کے واقعات اس کے ایمان پر تھلی ڈالتے ہیں۔

اور یہ سوچ کر سر فرخ سے اوچا ہو جاتا ہے کہ کل جب دنیا آج کی تاریخ پڑھے گی اور تاج الشریعہ کی سیرت، ان کے کردار اور ان کی خدمات کو خراج پیش کرے گی تو ہماری روئیں بھی شاد کام ہوں گی کہ تم جن کے قصیدے پڑھ رہے ہو، ہماری آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے، ان کی صدائے حق سنی ہے، ناور ان کی داستان عزیمت میں کہیں نہ کہیں ہم کھڑے ہیں۔

مقامات و احوال کے ذریعہ تزیین نفس شامل ہو، کم فہم لوگ اپنے بارے میں ایسے دعوؤں اور مزین الفاظ کے استعمال سے نہیں ٹھکتے، جب ان کے سامنے اس کا انکار کیا جائے تو یہ کہنے میں انہیں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی کہ اس انکار کا منبع علم اور جدل ہے، علم جواب ہے اور جدل عمل نفس، یہ بات تو صرف باطن کے نور حق کے ذریعہ ہی واضح ہوتی ہے، اس قسم کی باتوں سے شہروں میں شر پھیلا اور عوام کو بہت نقصان پہنچا جو کوئی ایسی بات کرے تو اللہ کے دین میں اس کا قتل، دس آدمیوں کو زندگی دینے سے بہتر ہے، جہاں تک حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں جو بیان کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں، خواہ یہ خود ان سے سنا جائے، ہو سکتا ہے کہ آپ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہے ہوں اور اپنے دل میں اس کلام کو دہرا رہے ہوں جیسا کہ ان کو یہ کہتے سنا گیا: انا لله لا اله الا انا فاعبدنی، یہ اس لائق نہیں کہ اسے بطور ایک واقعہ کے سمجھ لیا جائے۔

سطح کی دوسری قسم ایسے کلمات ہیں جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا، ظاہر اوہ بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی عبارت ہولناک اور بے فائدہ ہوتی ہے، یہ کلمات اگرچہ کہنے والے کے نزدیک بلا مطلب ہی ہوں مگر یہ اس کی عقل کے بگاڑ اور خیالات کے انتشار کا نتیجہ ہوتے ہیں، اس لئے کہ کلام کے معانی پر اس کی گرفت کمزور ہوتی ہے اور جس کا سننا کانوں پر بار ہوتا ہے، یہی کچھ اکثر ہوتا ہے۔

بالفرض اس کلام کا کوئی مطلب ہو بھی، لیکن کہنے والا اسے ایسے الفاظ میں سمجھانے سکے، جس سے اس کا مافی الضمیر معلوم ہو سکے، تو ایسے کلام کا کوئی فائدہ نہیں، اس سے صرف دل کو تشویش، عقل کو پریشانی اور ذہن کو حیرانی ہوتی ہے یا پھر اس سے ایسے معانی لینے کی ترغیب ملتی ہے جو اس کا اصل مطلب نہیں ہوتا اور ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق اس کا مطلب لیتا ہے۔ [احیاء العلوم، حصہ اول، ص ۳۶]

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ ہدایت ہیں، جن کی تابناک روشنی میں نہ صرف ہم اپنی منزل کا پتہ پاسکتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر باسانی منزل مقصود کا

روزِ ثانی اربعانی

# حضورِ مفتی اعظم کے مجاہدانہ کارنامے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال سے اہل سنت و جماعت کو جو صدمہ پہنچا تھا، اس کا اثر دیر پا تھا، اہل حضرت کے بعد اسلام اور اہل سنت کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا مقابلہ جس عظیم شخصیت نے کیا، وہ حضورِ مفتی اعظم علامہ شاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات تھی، آپ نے دشمنان اسلام اور دشمنان اہل سنت کی سازشوں سے نہ صرف مسلمانوں کو خبردار کیا بلکہ جب ضرورت محسوس ہوئی تو خود میدانِ عمل میں کود پڑے، اندر کا مدھی نے جب بزرگ طاقت پسندی کا قانون نافذ کرنا چاہا تو مخالفین اہل سنت کے مدارس سے حکومت اور نس بندی کی حمایت میں فتوے جاری کر دیئے گئے، مگر نس بندی کے حرام ہونے کا جو فتویٰ مفتی اعظم نے بریلی شریف سے جاری کیا تھا، اسے حکومت کے نزدیک دہاؤ کے باوجود بھی آپ نے واپس نہ لیا اور فرمایا، بریلی سے شریعت اسلامیہ کے مطابق فتوے جاری کئے جاتے ہیں، جسے بدلائیں جا سکتا، ہاں وہ حکومت بدل سکتی ہے جو اس فتوے کو بدلنے کی کوشش کر رہی ہے اور پھر ایسا ہی ہوا، دنیا نے دیکھا کہ کانگریس کو حامی انتخابات میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

حضورِ مفتی اعظم کے زمانے میں چلی، شدھی تحریک کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو مرتد بنایا جا چکا تھا، اس وقت حضورِ مفتی اعظم نے ہندوستان کے ان علاقوں کا مسلسل دورہ فرمایا، جہاں اسلام دشمن شدھی تحریک نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، اللہ پاک کا ایسا فضل و احسان رہا کہ حضورِ مفتی اعظم کے ان دوروں سے شدھی تحریک کا زور ختم ہو گیا اور آپ کے دست مبارک پر ان علاقوں کے ایسے لاکھوں مسلمانوں نے توبہ کرتے ہوئے اسلام میں دوبارہ قبولیت اختیار کی جو مرتد ہو چکے تھے، اس

کی تفصیلات اس وقت کے اخبارات میں شائع ہوئی رہیں۔ حضورِ مفتی اعظم ایک متنوع شخصیت کے مالک تھے، آپ نے اظہارِ حق کے معاملے میں کبھی کسی کی رعایت نہیں کی، اپنے ہوں یا بے گانے، بڑے ہوں یا چھوٹے، علماء ہوں یا عوام خلاف شرع امور میں ہمیشہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیا۔ حضورِ مفتی اعظم کی سب سے بڑی ”کرامت“ شریعت پر استقامت تھی، جس کا ذکر ہاشم مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی نے اپنے اس شعر میں بھی فرمایا۔

منزل بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی  
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

حضورِ مفتی اعظم کے زہد و تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ کوئی قدم خلاف شریعت نہ اٹھاتے، کوئی جملہ خلاف شریعت نہ کہتے، اگر خلاف شرع کوئی بات سنتے وہیں اصلاح فرماتے، اللہ کے ولی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اچھے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور برے کاموں سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے، اس تناظر میں جب دیکھا جاتا ہے تو حضورِ مفتی اعظم ولایت کے ممتاز مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ حضورِ مفتی اعظم کے خصوصی فیوض و برکات، حضور تاج الشریعہ کو حاصل ہوئے، جس کا اظہار تاج الشریعہ نے کیسے پیارے انداز میں کیا، اسے دیکھیے، فرماتے ہیں۔

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا  
محلِ انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

جب اس ذرے کی یہ چمک دکھ ہے تو اس مکمل کا عالم کیا ہوگا، جس پر اللہ عزوجل کا خاص فضل و احسان رہا، جس پر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں رحمتیں برسی رہیں۔ □□□

حضورِ مفتی اعظم کے زمانے میں چلی، شدھی تحریک کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو مرتد بنایا جا چکا تھا، اس وقت حضورِ مفتی اعظم نے ہندوستان کے ان علاقوں کا مسلسل دورہ فرمایا، جہاں اسلام دشمن شدھی تحریک نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، اللہ پاک کا ایسا فضل و احسان رہا کہ حضورِ مفتی اعظم کے ان دوروں سے شدھی تحریک کا زور ختم ہو گیا اور آپ کے دست مبارک پر ان علاقوں کے ایسے لاکھوں مسلمانوں نے توبہ کرتے ہوئے اسلام میں دوبارہ قبولیت اختیار کی جو مرتد ہو چکے تھے، اس

از: ڈاکٹر محمد رضا امجد

# تاج الشریعہ صلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار

جماعت "کے الفاظ رسائل و جرائد اور سوشل میڈیا پر اچھالے جا رہے ہیں، مقصود انتشار کے آزار سے امت مسلمہ کو بچانا نہیں بلکہ اپنے اعدا کے بخارا اور دوسرے کی مقبولیت سے اپنی بیزاری کا اظہار ہے، اس طرح کی ہم ان افراد کے ذریعہ سامنے آئی ہے جسے دین میں تعلق اور مسلکی و مذہبی حدود کی پابندی ناگوار گزرتی ہے، جو شریعت کو اپنی پسند کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور طبیعت کو شریعت پر غلبہ دینا جن کا مقصود ہے، یہ ہنگامہ مختلف حلقوں سے اسی طرح کیا جا رہا ہے جس طرح انگریزوں نے افواہ پھیلا کر ملک میں بد امنی کی فضا پیدا کر دی تھی، انہیں اگر اپنی تاریخ معلوم ہوتی، اپنے گھر کے بزرگوں کے احوال معلوم ہوتے اور حالیہ سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رچی گئی سازش کا علم ہوتا تو وہ اپنے محسن کے خلاف زبان کھولنے کے بجائے ان کا درد سمجھتے، ان کے مشن کا حصہ بنتے اور اسلام و سنت کو بد عقیدگی، مداخلت اور صلح کلیت سے محفوظ رکھنے میں ان کی معاونت کرتے، مگر حاضری بغاوت کا جنون، خانقاہی چشمک، خاندانی تعصب اور معاصرانہ مٹی روپ نے ان کی آنکھوں پر مٹی باندھ دی ہے، یہ حق سن سکتے ہیں اور نہ اسے قبول کر سکتے ہیں، ایسے میں تاج الشریعہ کی حقیقت اور ان کے محاسبانہ روش کو سمجھنا کیسے ممکن ہے۔

حلف مئے جھ سے کیا کہوں زاہد

ہائے کم سخت تو نے پی بی نہیں

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے حقائق سے آنکھیں موند کر جس طرح اکابر کی کردار کشی کو بطور ہم اپنا رکھا ہے اس کے نتائج کتنے بھیانک ہوں گے، اس کا اندازہ انہیں اس وقت ہوگا، جب حضور تاج الشریعہ کے سایہ کرم سے محروم ہوجائیں گے، انہوں نے یہ دیکھا کہ تاج الشریعہ نے کسی معروف غلیب کے خلاف شرعی

خانوادہ بریلی اپنے علمی وجاہت، فقہیانہ کردار، اور عارفانہ جلال و جمال کے سبب ہر دور میں ممتاز اور یکٹائے روزگار رہا ہے، فقہ تصوف اور ادب میں اس خانوادہ کی خدمات کا کوئی بدل شاید ہی کہیں ملے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد جعہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان، مفسر اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خان اور تاج الشریعہ مولانا شاہ اختر رضا خان الزہری میاں قبلہ نے جس طرح گلستانِ علم و فن کی آبیاری، چشتانِ شعر و سخن کی سرسبز و شادابی اور میکہ و عرفان کو آباد رکھنے میں خونِ جگر صرف کیا ہے اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی، ہمارے عہد کے مردِ یگانہ ہاشمین حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد اختر رضا قادری کو پروڈاکار عالم نے جن خوبیوں کا حامل بنایا ہے اس کی نظیر کہیں اور نظر نہیں آتی آپ علم و فن میں یگانہ تصوف و معرفت میں یکٹا، خلق و کرم میں ممتاز اور پیر و پیوست میں امام اعظم ہیں، عالم شہاب سے عمر کی اس منزل تک اپنے ہر عمل میں رضائے الہی کی طلب نے اس مرتبہ کمال تک پہنچا دیا ہے کہ آج ہر آنکھ آپ کے دید کی طالب، ہر دل محبت کیش آپ کا تمنائی اور ہر صانع و مین فرد آپ کا شیدائی ہے، حالیہ سطح پر ابھی جو مقبولیت آپ کی ہے، اس سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ خلقِ خدا کے دل میں آپ کی محبت لال دی گئی ہے اور یہ فیضانِ اللہ کے دل کی پہچان ہے، تاج الشریعہ کی حیات و خدمات کی متنوع جہتیں ہیں اور ہر جہت ایک مستقل کتاب کی محتاجی ہے، چند سطروں میں اسے بیان کرنا حاصل وریا کی سیر کے سوا کچھ نہیں مگر عشق و عرفان کے دریا میں جسے ڈوبنے کا حوصلہ نہ ہو اس کے لئے ساحل کی سیر بھی "توفیق ایزدی" ہے، اس تناظر میں چند ضروری گزارشات حاضر خدمت ہیں۔

آج بڑے غلط سے غلطی کی ہم، غلطی کی نولہ شدت پسند، متشدد

محاسبہ کیا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس شرعی محاسبہ کے اسباب کیا ہیں؟ بعض سنی تنظیموں کے خلاف تاج الشریعہ کی برہمی دیکھی مگر ان تنظیموں کی قابل گرفت حرکتیں نہیں دیکھیں، بعض اہل خانقاہ سے ان کا اعراض دیکھا مگر ان صاحبان جبہ و دستار کی غیر صوفیانہ روش نہیں دیکھی، ڈاکٹر طاہر القادری کے خلاف ان کا سخت احتجاج اور مجاہدانہ کردار دیکھا مگر طاہر القادری کے پردے میں چھپے دین کے غاصب کو نہیں دیکھا، ان تمام سماعت کی تفصیل مختلف کتابوں میں بھری پڑی ہے انہیں دیکھئے بغیر علمی و شرعی گرفت کرنے والے کے خلاف واویلا مچانا کہاں کی دانش مندی ہے؟ چور کا ہاتھ کاٹنے والا مجرم مگر چوری کرنے والا متقی؟ سنگساری کا حکم دینے والا مجرم مگر متکب زنا مظلوم؟ دین کے باغیوں کی گرفت کرنے والا مجرم مگر دین سے کھلوڑ کرنے والا محبوب؟ کیا اس کا نام دینی شعور اور پختہ ایمانی ہے؟ واویلا مچانے والے اپنی جان بچانے کی خاطر یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سب کے سب مجرم ہیں اور تنہا تاج الشریعہ صبح ہیں؟ ملک میں کسی اور نے ان کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا؟ ہر معاملہ میں صرف تاج الشریعہ ہی پیش پیش کیوں ہیں؟ ان کرم فرماؤں کو اب کون سمجھائے کہ جو دین کا پیشوا ہوتا ہے اہل علم اور ذمہ داران مشکل معاملات میں انہیں سے رجوع کرتے ہیں اور اس یقین سے رجوع کرتے ہیں کہ یہاں شخص اور شخصیت کی پروا کئے بغیر شرعی حکم سنایا جاتا ہے، ان کا یہ اعتماد اتنا پختہ اور یقینی ہے کہ ان اختلافی مسائل میں بھی سب سے پہلے وہ یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں تاج الشریعہ کا موقف کیا ہے، جو ان کا موقف ہوتا ہے وہی حجت اور قول فیصل قرار پاتا ہے، ان مذکورہ مسائل میں بھی تاج الشریعہ نے افراد و شخصیت کو دیکھنے کے بجائے تقاضائے شرع پیش نظر رکھا ہے اور دلائل کی روشنی میں حکم شرع سنایا ہے، اس ”آئین جواں مرداں“ اور ”حق گوئی و بے باکی“ پہ انہیں کوئی نفس پرست کو ستا ہے تو وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے کرے، مگر یہ یقین رکھے کہ تاج الشریعہ نے اس ”ایضاح حق اور حق گوئی و بے باکی“ سے جہاں کروڑوں افراد کے ایمان عمل کو بچایا ہے وہیں اپنے ہم عصروں اور اپنے بعد والوں کو حق کے اظہار

اور شریعت کی پاسداری کا حوصلہ بھی دیا ہے۔ تاج الشریعہ کے عہد کے فتنے: یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہندوستان میں مغلوں کے دور سے اسلام کے خلاف فتنوں کے اٹھنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ آج تک قائم ہے، اکبر کے دور میں دین الہی کا فتنہ اٹھا، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی نے اس کی سرکوبی کی، اس دور میں بھی دینی بے راہ روی کے ذمہ دار اکبر کے درباری ملا ابوالفضل اور فیضی ہی تھے مگر حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات و تصانیف اور عملی جدوجہد سے اس فتنہ کا کامیاب مقابلہ کیا، وہ فتنہ اس وقت ختم تو ہو گیا، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دور میں نئے چہرے کے ساتھ مختلف انداز میں پھر نمایاں ہوا، یہ دور تو گویا فتنوں کے سر ابھارنے کا دور تھا، وہابیت، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، غیر مقلدیت، ندویت اور دیگر فتنوں نے اس عہد میں جس طرح دین و سنت پہ حملے کئے، اس کی نظیر ماضی قریب میں نہیں ملتی، مگر پروردگار عالم جل مجدہ نے ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے اس عہد کے علما و مشائخ بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا پیدا فرمایا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح انہوں نے اپنے کردار و عمل، تصنیفات و فتاویٰ اور مکتوبات و ملفوظات کے ذریعہ ان تمام فتنوں کا مقابلہ کیا، انہیں فتنوں میں ”تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت“ جیسا فتنہ بھی تھا، جس سے وابستہ ہندوستانی مسلمانوں کا سیاسی اعتبار سے نمائندہ طبقہ بے راہ رو ہو رہا تھا، اس طبقہ کی ذہنیت بھی اکبر کے ”دین الہی“ سے مستعار تھی، اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفاء و تلامذہ اور احباب کے ساتھ ان فتنوں کے خلاف علمی و عملی محاذ آرائی کی اور تاریخی ثبوت کے مطابق اسے وہیں دفن کر دیا، ان کی اس پیش قدمی سے کتنے افراد کو توبہ صحیحہ اور رجوع الی الحق کی توفیق مرحمت ہوئی، ان تاریخی حقائق کو دیکھنے کے لئے تصانیف رضا کے علاوہ حیات اعلیٰ حضرت، از ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین بہاری، امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر، از مولانا عبد الستار ہمدانی اور تحقیقات و تعاقبات، از پروفیسر مسعود احمد مظہری، کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ اعلیٰ حضرت



کے بعد ان کے شہزادگان حمید الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہما الرحمہ کے عہد میں کئی فتنوں نے سرا بھارا جس میں ”تحریک شدھی“ بہت نمایاں فتنہ تھا، اس کے ذریعہ دین سے نا آشنا مسلمانوں کو تبدیلی مذہب پہ مجبور کیا جا رہا تھا کہیں لالچ اور کہیں خوف کے ذریعہ ہندو بنانے کی مہم چل رہی تھی، اس نازک مرحلہ میں اعلیٰ حضرت کے ان شہزادوں کے علاوہ ان کے خلفاء و تلامذہ مثلاً صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، امام التکلمین مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، محدث اعظم مولانا سید محمد اشرفی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ، شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان پٹلی بھٹی، برہان ملت مولانا برہان الحق جبل پوری، محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی وغیرہ نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جو قربانیاں دیں اسے تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے، حالات پڑھ کر جہاں ان کے ایثار و قربانی پہ آنکھیں جھلک پڑتی ہیں، وہیں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اگر ان فتنوں کو اس عہد میں دبایا نہیں گیا ہوتا تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کا کیا حشر ہوتا۔

یہ اعلیٰ حضرت ہی کے فیض یافتگان کی قربانیاں ہیں کہ یہاں اسلام زندہ و تابندہ ہے، تاریخ پہ جن کی نگاہ ہے وہ خانوادہ رضا کی علمی و مذہبی خدمات کے ساتھ ان کی مجاہدانہ کارکردگی کے بھی معترف ہیں، سیف و قلم دونوں سے جہاد و احقاق حق اسی خانوادہ کا طرہ امتیاز ہے، یہ خانوادہ رضایی ہے جس نے ہر دور میں مسلمانوں کے مذہبی و ملی حالات پہ نگاہ رکھی ہے اور ان کے دین و ایمان کے تحفظ اور اسلام و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کوشاں رہا ہے، عہد حاضر کا مذہبی ماحول بھی فتنوں سے خالی نہیں اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکبر کا ”دین الہی“ ٹکڑوں میں بٹ کر آج بھی زندہ ہے اور جب تک ہوا و ہوس کا بازار گرم رہے گا یہ فتنے بھی موجود رہیں گے۔

تاج الشریعہ کے دور کے فتنوں میں (۱) سب سے بڑا فتنہ منہاجیت ہے یعنی دین الہی کی تجدید، فیورک کی بدلی ہوئی شکل

اور عمانزم کا ترجمان اور (۲) دوسرا بڑا فتنہ صلح کلیت ہے، جس کا سب سے بڑا مرکز ”سراواں الہ آباد“ اور سب سے بڑا آرگن ”ماہنامہ جام نور“ ہے، دنیا آج دونوں ”سنیت نما“ فتنوں سے اس طرح دوچار ہے کہ درمیان میں کھڑے افراد کے لئے حق کی شناخت بظاہر مشکل ہو گئی ہے، یہ دونوں فتنے بنام اسلام اور بنام اہل سنت ہیں، جس کی وجہ سے کل جس طرح تقلید کی بنیاد پر وہابیہ اور دیبنہ کی شناخت مشکل ہو گئی تھی، اسی طرح آج معمولات و مراسم کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت اور منہاجیت صلح کلیت کی شناخت مشکل ہو گئی ہے، مگر جس طرح رات کی تاریکی میں صحیح راستہ نظر نہیں آئے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ غلط راستہ بھی صحیح راستہ ہے، اسی طرح مراسم و معمولات کی بنیاد پر اگر گمراہوں سے حق کی تمیز مشکل ہو جائے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ سب جماعت ناجی اور صراط مستقیم پر گامزن ہے، برسوں قبل جب تاج الشریعہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے اسلام مخالف نظریات پر ان کی گرفت کی اور اہتمام حجت و یقین کامل کے بعد کہ یہ اہل سنت کے خلاف باطل راستہ پہ چل پڑے ہیں، آپ نے حکم شرع سنایا تو دنیا حیرت زدہ تھی کہ اتنا قابل عالم اور مشہور خطیب بھلا گمراہ کیسے ہو سکتا ہے مگر ”قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید“ آج دنیا تحقیق مزید کے بعد وہی کہہ رہی ہے جو تاج الشریعہ نے برسوں پہلے کہا تھا، ڈاکٹر طاہر القادری کے رد میں تقریباً ۲۰ کتابیں منظر عام پہ آچکی ہیں جو یہی ثابت کر رہی ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا فیصلہ اسلامی اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے۔

اک نظر ان کتابوں کو دیکھیں: اسلام میں عورت کی دیت، علامہ احمد سعید کاظمی، دیت المرأة علامہ عطاء محمد بند یالوی، عورت کی دیت مفتی عبد اللہ قصوری، فتنہ طاہری کی حقیقت مفتی محبوب رضا، علمی گرفت مفتی محبوب رضا خان، اسلام اور وائرس مسیحیت مولانا محمد بشیر القادری، خطرہ کی گھنٹی مولانا ابوداؤد صادق رضوی، علمی تحقیقی جائزہ، طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے، مفتی ولی محمد رضوی، یہ سب کیا ہے، حافظ فریاد علی قادری متنازع ترین شخصیت، نواز کھرل، سیف نعمان، مفتی فضل رسول سیالوی، قہر الدیان، مولانا عاقب فرید قادری، طاہر القادری عقائد و نظریات، مفتی اختر حسین قادری،

طاہر القادری جواب دیں، علمائے اہل سنت اکاثرہ، اعلام یہ لزوم والتزام، مفتی کوثر حسن قادری، ضرب حیدری، مولانا غلام رسول، ڈاکٹر طاہر اسنی نہیں، تاج الشریعہ۔

واضح رہے کہ کسی شخص کے ایمان کی پرکھ کے لئے اس کی خدمات نہیں دیکھی جائیں گی، عقائد و نظریات دیکھے جائیں گے، اگر خدمات دیکھ کر فیصلہ کیا جائے تو منکرین زکوٰۃ کی بھی خدمات نکل آئیں گی، خارجی رافضی شیعہ اور قادیانی کی بھی کچھ نہ کچھ خدمات نکل آئیں گی، وہابیہ دہانہ کو بھی خدمات کی بنیاد پہ حق پہ ہونے کا دعویٰ ہوگا، پھر حق و باطل کے درمیان تمیز کی صورت کیا رہ جائے گی؟ چور ڈاکو شرابی برے ہونے کے باوجود کچھ اچھے کام کرتے ہی ہوں گے تو انہیں اس اچھے کام کی وجہ سے اچھا اور شریف کہہ دیا جائے؟ ڈاکٹر طاہر القادری کی جو بھی خدمات ہوں ان سے انکار نہیں مگر اب ان کی فکر ”فکر اسلامی“ نہیں رہی تو ان پر حکم شرع نافذ تو ہوگا، ہندو پاک کے ان علما و مشائخ نے اپنی مذہبی ذمہ داری سمجھ کر عوام اہل سنت کو اس کے دام تزویر سے بچانے کے لئے ان پر جو حکم لگایا ہے، اسے اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے، دین اور بے دینی کے درمیان مصالحت کے لئے بعض اہل ہوا ہوس نے ”صلح کلیت و ندویت“ کی بنیاد رکھی تھی، ایک صدی قبل اس فتنہ کے خلاف پورے ملک کے علما و مشائخ نے صدائے احتجاج بلند کیا، اس کے خلاف تحریکیں چلائیں، کتابیں لکھیں، اس کے دام فریب سے بچنے کے لئے مختلف شہروں میں بڑے بڑے اجلاس کئے، جس کی پیشوائی تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہما رحمہ نے کی، اس وقت کی تقریباً تمام بڑی خانقاہوں کے مشائخ نے بھی اسے وقت کی آواز سمجھتے ہوئے اس کی پشت پناہی کی، اسے اپنے تعاون سے مستحکم کیا اور اپنی دعائے نیم شبی سے اسے اتنا پر اثر کیا کہ وہ فتنہ جو تحریک کی شکل میں اٹھا تھا ایک ”مدرسہ“ میں سمٹ گیا اور مسلمانوں کو اس سے نجات مل گئی، مگر اسے وقت کا المیہ ہی کہا جائے گا کہ ایک صدی گزرتے گزرتے پندرہ نفس کے شکار بعض افراد نے سوسال قابل کی جدوجہد پر پانی پھیرنا شروع کر دیا، انہوں نے اپنے طبعی تقاضے

کے تحت ”صلح کلیت“ کا معنی و مفہوم بدل دیا بلکہ اس لفظ سے ہی ان کو انقباض ہونے لگا، اب کوئی ایمان و کفر کو یکجا کر دے، اچھے اور برے کو ایک سمجھے، بد عقیدوں اور خوش عقیدوں کو ایک ہی خانہ میں رکھے، جن سے دور رہنے کا حکم ہے اس سے دوستی کرے اور جس سے سلام و کلام منع ہے اس سے رشتہ داری کرے، معاذ اللہ! ان کے نزدیک وہ سچا مسلمان ہے اور اسی کو مقاصد شریعت کا ادارک نصیب ہوا ہے، جدیدیت کے دلدادہ افراد نے یہ یک جنبش قلم کس طرح اپنے گھر کے بزرگ اور جماعت اہل سنت کے اکابر علما کی قربانیوں کا مذاق اڑایا ہے، دیدہ حیرت سے دیکھنے کے لائق ہے، کل کی بہ نسبت آج دین سے بے رشتی، دین میں مدہست اور دین کے خلاف بولنے والے افراد زیادہ ہیں اور حق کی آواز بلند کرنے والے کم، دین میں آسانی اور سہل پسندی کے دلدادہ زیادہ ہیں اور تقویٰ و طریقت بلکہ شریعت کے آگے سرخم کرنے والے کم، شخصیت سے متاثر ہو کر حکم شرع سنانے والے زیادہ ہیں اور حاکم وقت کے آگے بھی حکم شرع سنانے والے کم، ایسے میں اگر حق کی کوئی آواز بلند ہوتی ہے تو ”کشتہ تیغ نفس“ بہ یک زبان ”تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت“ کہہ کر اس حق کی آواز کو دبانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، بتایا جائے یہ عمل دین کی حمایت میں ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والے کو دین کا مخلص کہہ سکتے ہیں؟ وہ لوگ جو چلمن کی اوٹ سے ایسے لوگوں کی خاموش حمایت کر رہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ نفس پرستوں کا کوئی دھرم نہیں ہوتا وہ اپنے مطلب کے لئے روز اپنا قبلہ بدلتے ہیں اور بدلتے رہیں گے، آج جو افراد سرکار تاج الشریعہ کی مخالفت اور ان کی کردار کشی پہ کمر بستہ ہیں کل ان کے دامن تقدس تک بھی یہ پنجہ خونیں پہنچے گا اور اس وقت سوائے آہ و فغاں کے وہ کچھ نہیں کر سکیں گے، واضح رہے کہ باطل کے مقابلہ میں حق ہمیشہ سرخ رو رہا ہے اور رہے گا، آج حق کی علامت اور صلح کلیت کی یلغار کے مقابلہ میں حق کی آہنی دیوار کا نام ہے تاج الشریعہ، یہ دیوار سلامت ہے تو دین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ بھی ناکام رہیں گے اور آج تک ناکام ہیں۔

جانشین مفتی اعظم اور مریدان مفتی اعظم: جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ ادام اللہ فیوضہ علیہا کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ علم، عمل، تقویٰ، فتویٰ، احتیاط، احتساب، عبادت و ریاضت اور کشف و کرامت ہر اعتبار سے تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ہیں، میں ان تمام پہلوؤں پہ حوالہ فراہم کر کے مضمون کو طول نہ دے کر صرف احتیاط کے حوالہ سے چند باتیں عرض کروں:

آج جماعت اہل سنت میں چند موضوعات پہ علمی اختلافات ہیں، اگر بنظر انصاف دیکھیں تو ہر اختلافی مسئلہ میں حضور تاج الشریعہ کا موقف دلائل و شواہد کے علاوہ احتیاط کے اعتبار سے بھی برحق معلوم ہوگا چند شواہد دیکھئے (۱) ٹی وی اور ویڈیو کے مسئلہ میں علمی اختلاف ہوا، جواز و عدم جواز کو لے کر جماعت دو نیچے میں بٹ گئی، آپ کا موقف عدم جواز کا تھا، جس پر آپ شدت سے آج تک قائم ہیں، قائلین جواز ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال کا موقف رکھتے تھے جس میں کہیں سے بھی تصویر کشی کی اجازت نہیں تھی، مگر آج ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال کی آڑ میں جس طرح کھلے عام تصویریں لی جا رہی ہیں، چھاپی جا رہی ہیں اس کا کوئی جواز کہیں سے بنتا ہے؟ اب تو حال یہ ہے کہ تصویر کشی کی حرمت کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہوتا جا رہا ہے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، شادی، میت، محفل، ٹرین، بس، ہوائی جہاز جہاں دیکھئے تصویریں لی جا رہی ہیں، کون اسے حرام سمجھتا ہے؟ ذرا سوچنے اٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال میں کہیں بھی اس کی اجازت تھی؟ مگر جواز کے پہلو کی آڑ لے کر اس طرح تصویر کشی کی حرمت کو حلت سے بدل گیا ہے کہ تصویر کی مخالفت کرنے والا ہی مجرم سمجھا جاتا ہے، ایک دور وہ تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حج کے لئے بھی اس کا حرام کو جائز قرار نہیں دیا پھر باضابطہ بحث و مباحثہ کے بعد اسے ضرورت تک محدود کیا گیا، مگر آج کس طرح یہ وبا عام درعوام و خواص ہے، بتانے کی ضرورت نہیں۔

اب یہاں حضور تاج الشریعہ کے عدم جواز کا موقف دیکھیں، تو انہیں معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کو گناہوں سے بچانے کے لئے

آپ کا موقف عدم جواز احتیاط کے اعتبار سے بھی کتنا فائدہ مند ہے، ایمان داری سے دیکھیں تو پوری دنیا میں صرف تاج الشریعہ کی ایک ذات ایسی ہے جو آج قول و عمل دونوں اعتبار سے تصویر کشی کے خلاف ہے، گویا تصویر کشی کی حرمت والی حدیث معنوی اعتبار سے اگر کہیں محفوظ ہے تو وہ تاج الشریعہ کی شخصیت اور ان کا کردار ہے، اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز و عدم جواز، آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت اور چلتی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے مسئلہ میں آپ کا موقف جہاں دلائل و شواہد کی روشنی میں صحیح ہے، وہیں تقاضائے احتیاط بھی تاج الشریعہ کے موقف کی تائید میں ہے، غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آجائے گی، لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے نماز کے صحیح ہونے نہیں ہونے میں اختلاف ہے لیکن اگر اس کا استعمال ہی نہ کیا جائے تو نماز کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے اثبات میں اختلاف ہے لیکن آلات جدیدہ کے بجائے قدیم طریقے پر چاند کے اثبات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، چلتی ٹرین میں پڑھی گئی فرض و واجب نماز کے اعادہ کے حکم میں اختلاف ہے، اگر پرانے موقف پہ قائم رہتے ہوئے اعادہ کر لیا جائے تو کسی کے یہاں کوئی اختلاف نہیں، اس پہلو کو سامنے رکھ کر سوچیں تو تمام جدید مسائل میں تاج الشریعہ کا موقف صاف شفاف محتاط اور برحق نظر آئے گا اور اسی سے یہ بھی عیاں ہو جائے گا کہ علم و عمل اور عبادت و ریاضت کے علاوہ حزم و احتیاط کے اعتبار سے بھی آپ واقعی جانشین مفتی اعظم ہیں۔

حضور تاج الشریعہ ”جانشین مفتی اعظم“ ہیں، اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ مریدان مفتی اعظم کے لئے بھی آپ کی شخصیت قابل احترام اور اکتساب فیض کا محور ہے، پیری مریدی کے آداب سے جو حضرات واقف ہیں انہیں یہ خوب معلوم ہے کہ پیر کا ادب ان کی شخصیت تک ہی محدود نہیں بلکہ ان کے شہر ان کی اولاد، ان کے خلفاء و جانشین اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا ادب بھی پیری کا ادب ہے اور ان کے شہر، اولاد، خلفاء و جانشین کی ایذا و بے حرمتی پیری کی ایذا اور ان کی بے حرمتی ہے، اللہ والوں کی سیرت سے

اس کی حقیقت اور اس کا عرفان حاصل کیا جاسکتا ہے، سبغ سنا بل شریف میں ہے:

”ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ (محبوب الہی نظام الدین اولیا قدس سرہ) اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے، کہ ناگاہ کھڑے ہو گئے پھر بیٹھ گئے، حاضرین مجلس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور! کس بنا پر کھڑے ہوئے؟ فرمایا کہ ہمارے پیر و تنگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہتا تھا، آج اسی صورت کا ایک کتا مجھے نظر آیا کہ اس گلی میں گزر رہا ہے، میں اس کتے کی تعظیم کی خاطر اٹھا تھا۔“

سچے اور اہل دل مرید کا تعلق اپنے مرشد سے کیسا ہوتا ہے، اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بہار کے مشہور علاقہ ”پورنیہ“ کے بزرگ شیخ الاسلام مولانا غلام یسین رشیدی علیہ الرحمہ کے تعلق سے بھی ایک واقعہ مشہور ہے، چنانچہ ”شیخ الاسلام حیات و مکتوبات“ میں منقول ہے کہ ”ان کا لڑکا ”جمیل الرشید“ ایک بار لائین کی روشنی میں اپنا سبق یاد کر رہا تھا اس نے لائین کی روشنی سے اپنی آنکھوں کو بچانے کے لئے چینی پر ایک پوسٹ کارڈ رکھ لیا تھا، آپ ٹہلے ٹہلے وہاں تک پہنچے تو یہ منظر دیکھ کر بیتاب ہو گئے، پوسٹ کارڈ کو اٹھایا بوسہ دیا اور خط کو لائین پر رکھنے کے سبب بیٹے کی زبردست پٹائی کر دی، وجہ پوچھنے پر بتایا کہ یہ خط میرے پیر و مرشد منبع البرکات حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش کا ہے، جسے اس نے لائین کی چینی پر چسپاں کیا تھا، ذرا سوچئے اخطا ہی تو تھا، اس کے لائین پر رکھنے سے ایسا کیا ہو گیا کہ اس کی وجہ سے بچہ کی پٹائی کر دی گئی، ظاہر نہیں آنکھوں کے لئے ایسا کچھ نہیں، مگر مرید صادق کے لئے بہت بڑی بات تھی کہ اس خط سے ان کے پیر کی نسبت جڑی ہوئی تھی، جس کی بے وقعتی ہو رہی تھی، جماعت اہل سنت کے نامور بزرگ حضور مجاہد ملت کے بارے میں منقول ہے کہ:

”ایک مرتبہ آپ بریلی شریف تشریف لے گئے رکشا پر سوار ہوئے، کچھ دیر رکشا چلا کہ آپ نے رکشا والے سے اس کا نام پوچھا، اس نے اپنا نام ”حامد“ بتایا، اتنا سنتے ہی آپ نے رکشا رکوا دیا اور اس کو مطلوبہ رقم سے زائد رقم دے کر جانے

لگے، رکشا والا بھی یہ منظر دیکھ کر حیرت میں تھا، اس نے پوچھا ”حضور بات سمجھ میں نہیں آئی، آپ رکشا سے اتر بھی گئے اور مطلوبہ رقم سے زائد رقم بھی دی“ فرمایا ”میرے مرشد کا نام بھی حامد ہے، (مجھے یہ کیسے گوارہ ہو کہ اس نام کے آدمی سے ایسا کام لوں) نام کی مناسبت کی بنا پر احتراماً میں رکشا سے اتر گیا۔“ [مجاہد ملت نمبر ۳۹۷]

پیر کا فیضان یوں نہیں ملتا بلکہ ”تومن شدی من تو شدم“ کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے، جب یہ منزل مل جاتی ہے تو فیضان کا دریا بہنے لگتا ہے، حضور مجاہد ملت کیا تھے، یہ زمانہ پر روشن ہے مگر اس مقام تک کیسے، پہنچے یہ اس طرح کے واقعات سے معلوم کیا جاسکتا ہے، یہ پیر کی محبت و عظمت اور ان سے نیاز مندانہ تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عمر کے واضح فرق کے باوجود حضور تاج الشریعہ کا وہ ادب و احترام کیا جس کا تصور کاملوں ہی سے کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری اپنی کتاب ”حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت“ میں لکھتے ہیں:

”مجاہد ملت تاج الشریعہ کا اتنا ادب و احترام کرتے تھے کہ آج لوگ اپنے استاذ کا احترام نہیں کر پاتے یہ عشق تو جھلکانا چاہتا ہے مگر عقل کسر شان کا فلسفہ کھڑا کر دیتی ہے، حضور تاج الشریعہ حضور مجاہد سے عمر میں ظاہر ہے، بہت چھوٹے تھے، ان کی جوانی تھی تو حضرت کی ضعیفی و پیری! مگر اس تفاوت کے باوجود مجاہد ملت کا انداز و وفا دیکھئے، تاج الشریعہ ایک بار بھدرک تشریف لائے، مجاہد ملت اپنے متعلقین کے ساتھ موجود ہیں، پل پل خدمت و مدارات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک صاحب حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے اور کہا حضور مجھے آپ مرید فرمائیں، یہ سن کر حضور مجاہد ملت جلال میں آگئے اور فرمایا ”میرے مخدوم اور مخدوم زادے، بریلی شریف کے شہزادے تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی موجودگی میں بیعت کروں؟ حبیب الرحمن کی یہ مجال کہ اتنی بڑی جرأت کرے، یہ تمہارا نصیب ہے کہ حضور تشریف فرما ہیں، تمہیں شہزادے صاحب ہی سے بیعت ہونا



ہے، خود لے جا کر ان صاحب کو تاج الشریعہ سے بیعت کروایا۔  
ان واقعات کی روشنی میں اہل دل اور اہل نظر حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب پیر سے منسوب اشیا کا یہ مقام و مرتبہ ہے تو جن کی رگوں میں پیر کا خون گردش کر رہا ہے ان کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ حضور تاج الشریعہ ”جانشین مفتی اعظم“ بھی ہیں اور نواسہ مفتی اعظم بھی اور دونوں اعتبار سے مریدان مفتی اعظم کے ان کی ذات منع فیوض اور جامع البرکات ہے، کہ یہاں نسبت ارادت بھی ہے اور نسبت نسب بھی، اگر پیر کی سچی محبت دل میں موجود ہے تو انہیں اسی ذات میں مفتی اعظم کا عکس نظر آئے گا، ان کا تقویٰ، علم، اتباع سنت، معاندین و مخالفین کے جواب میں صبر اور سفر و حضر میں بھی لمحہ لمحہ کا علمی و روحانی استعمال یقیناً مفتی اعظم کے جانشین ہی کے حصے کی چیز ہے، مگر یہ حیرت کا مقام ہے کہ پیر سے دعویٰ محبت کے باوجود ان کے نبی جانشین سے وہ مطلوبہ محبت و تعلق دیکھنے میں کم آتا ہے جو پیر کی نگاہ میں ”وفا شعار“ رہنے کے لئے ضروری ہے، ایک طرف حضرت محبوب الہی کا پیر کے شہر کے مشابہ کئے کا احترام دوسری طرف پیر کے جانشین سے دوری اور ان سے اختلاف، ایک طرف پیر کے خط کی بے وقعتی سے مرید کی برہمی، دوسری طرف پیر کے جانشین کے مخالفین سے دوستی و ہمنوائی، ایک طرف مجاہد ملت کا پیر کے پوتے کا ادب و احترام دوسری طرف اپنے پیر کے جانشین سے بے رغبتی، اندازہ لگائیں کیا اسی کا نام بیعت و ارادت اور اسی کا نام شیخ کا ادب و احترام ہے؟ کیا شیخ کے جانشین کو ایذا دینا شیخ کو ایذا دینا نہیں؟ اور کیا آپسے میں پیر کا فیضان جاری رہ سکتا ہے؟ واضح رہے کہ کسی مسئلہ میں علمی اختلاف (اختلاف کی اہلیت ہو تو) الگ چیز ہے مگر دیگر معاملات میں اختلاف اور معاندین مذہب و مسلک سے تعلق و دوستی یقیناً محل نظر ہے، ایسے لوگوں کو اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی محبت کا جائزہ لینا چاہئے، تاج الشریعہ ابھی حق کی علامت، حق کی پہچان اور کاروان حق کے سپہ سالار ہیں ان سے وابستگی ہی پیر کی بارگاہ میں خراج اور دین کی بڑی خدمت ہے، سرکار مفتی اعظم کے دست گرفتہ اور فیض یافتگان سے یہی عرض ہے کہ وہ حالات کے تقاضے کو سمجھیں معاندین مسلک اور مخالفین

تاج الشریعہ کے خفیہ عزائم کو سمجھیں وہ اگر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو حالات کا منظر بدل سکتا ہے اور انہیں بدلنا ہوگا کہ روح مفتی اعظم کی پکار یہی ہے، اب تاج الشریعہ کی مخالفت کرتے کرتے معاندین حسام الحرمین کی حقانیت سے لوگوں کو مشکوک بنا رہے ہیں، قدیم اختلافی مسائل کو سامنے لا کر انتشار کی خلیج بڑھا رہے ہیں، اب ایسے میں بھی خاموش تماشائی بنے رہنا مسلک اہل سنت کو مشکوک اور مفتی اعظم کے مشن کو کمزور کرنے کے مترادف ہے جس کی توقع ان کے مریدوں سے نہیں کی جاسکتی۔  
اند کے پیش تو کفتم غم دل ترسیدم  
کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

سرکار تاج الشریعہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے تصلب و تصوف اور تقویٰ و طریقت کے آگے سرنیا زخم ہو جاتا ہے اور جدید مسائل میں دو بڑی خانقاہوں کا اختلاف (خانقاہ اشرفیہ اور خانقاہ بریلی، جماعت میں انتشار ہونے کو ہو گیا مگر دنیا آج زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ جواز و عدم جواز سے ہٹ کر بھی دیکھیں تو تاج الشریعہ کا موقف احتیاط کے اعتبار سے بھی اہم اور صحیح ہے، آج لوگ اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ٹی وی کے شرعی جواز کی آڑ میں تصویریں لینے کی روش عام ہو گئی ہے، اخبارات و رسائل میں تصویریں شائع کی جا رہی ہیں، دینی رسائل میں جام نور نے اس بدعت کی شروعات کی ہے مگر قدغن لگانے والا کوئی نہیں، جام نور کی واہ واپی کرنے والے بتائیں، کیا اس طرح تصاویر کی اشاعت شرعاً جائز ہے؟) احتیاط کا پہلو فوٹو اور ویڈیو گرافی میں احتیاط جواز و احتیاط میں احتیاط کے پہلو کو اختیار کرنا ہی تقویٰ کہلاتا ہے اپنے اور اس کا سارا ٹھیکر حضور تاج الشریعہ کی جانب لا کر توڑا جا رہا ہے، اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہی عرض کر دوں کہ اللہ والوں کو اعلائے کلمۃ الحق کی بنیاد پر ہر دور اور صدی میں مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے، ان کے خلاف الزامات عائد کئے ہیں اور ان کی حق گوئی کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے، صحیح ہے حاسدین نہ ہوں تو مقبولوں کا پتہ نہ چلے، اُن کا حسد اور ان کا صبر یہی بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ دونوں فریق کے مزاج، سوچ اور بقیہ ص ۳۹ پر

وہ لوگ جنہوں نے کئی حج اور عمرے کر لئے ہیں، مزید حج وہ عمرے کی بجائے اپنے غریب یا مساکین کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل میں اپنا تعاون پیش کریں، اللہ رب العزت ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

از: کمال احمد علی نظامی، علمینہ جہد اشاہی

۵۸ مکتبہ

سر یہ غم ہو جاؤ اس کے حکم پر  
گر تمہیں بتا ہے پیارا باپ کا  
اس کو سینے سے لگائے رکھنا تم  
گر تمہیں مل جائے حقہ باپ کا

اس کی خوشیوں کے لئے کوشاں رہو  
دکھ ہو جب آشکارا باپ کا  
اس کے قدموں پر لٹا دو سب متاع  
جو تمہارا ہے وہ سارا باپ کا

کیوں نہیں کرتے ہو اس سے مشورہ  
حجریہ جب ہے زیادہ باپ کا  
نعت عظمیٰ ہے اس کی ذات پاک  
مرتبہ کیا تجھے اچھا باپ کا

مل نہیں سکتی کہیں اس کی مثال  
مختصر بس ہے یہ قصہ باپ کا  
گھر کے ہر اک ارتقائی امر میں  
قابل مدحت ہے حصہ باپ کا

ہو متش ذہن میں تازہ زندگی  
پیارے پر تلخ لہجہ باپ کا  
زندگی کا کوئی بھی ہو مرحلہ  
اس میں کافی ہے حوالہ باپ کا

جو بھی ہے اولاد کو حاصل عروج  
سچ بھی ہے سب ہے صدقہ باپ کا  
زیست کے ہر مول پر دیکھو بخور  
ہر طرف پھیلا ہے جلوہ باپ کا

حق ادا قدمی دقا کا سمجھتے  
کرتے رہتے بول بالا باپ کا

## امیروں کا عمرہ

اہل شریعت میں عمرہ کے بڑھتے ہوئے حقوق کا داعی اللہ و رسول سے محبت ہے یا قومی و سماجی ذمہ داریوں سے غفلت؟ اس حوالے سے اگر باب علم و دانش ہی صحیح رہنمائی فرمائیں گے، تاہم میری ناقص عقل کے مطابق جس قوم کے غریب بھیک مانگ رہے ہوں، بیمار اسپتالوں میں پیسے کی کمی کی وجہ سے دم توڑ رہے ہوں، غریب بچوں کی شادیاں نہیں ہو پاری ہوں، غریب بچے اہل تعلیم نہیں حاصل کر پا رہے ہوں، سال سال بھر غریبوں کے گھر میں اچھا کھانا نہ بنتا ہو، گاؤں کی مسجدوں اور مدرسوں میں ضرورت کے سامان مہیا نہ ہوں، اس قوم کے امیروں کا عمرہ پر عمرہ کرنا قوی دلی ذمہ داریوں سے فرار کے سوا کچھ نہیں ہے، میں نے بہت سارے سیٹھ صاحبان کے بارے میں سنا کہ وہ رمضان المبارک میں خصوصی طور سے عمرہ کے لئے اس لئے نکل جاتے ہیں کہ کہیں انھیں چھوہ کرنے والی مخلوق نہ آ کر دیوبج لے، عمرے پر جا کر وہ محبت الہی اور عشق رسول کی دکھاوٹی سند بھی حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ صدقات دینے سے بھی بچ جاتے ہیں، اپنی دولت و ثروت کا دکھاوا بھی کر لیتے ہیں اور قومی ضرورتوں سے حجت بھی پا جاتے ہیں۔

لا رہب حج و عمرہ عظیم سعادت ہیں مگر ہم نے بزرگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ غریبوں کی امداد و اعانت اور قومی ضرورتوں کی تکمیل ان سعادتوں سے بڑی سعادت ہے، میں نے ایک اللہ والے کے بارے میں پڑھا کہ ان کا ایک عقیدت مند حج کے لئے جا رہا تھا، سلام رخصت کرنے کے لئے حاضر بارگاہ ہوا، اس اللہ والے نے فرمایا: حج اپنے نفس کے لئے کرنے ہمارے ہو یا اللہ کی رضا کے لئے؟ عقیدت مند نے عرض کیا: اللہ کی رضا کے لئے، اس مرد خدا نے فرمایا: حج کے لئے جمع کی ہوئی رقم لے جا کر غریبوں میں بانٹ دو جنہیں گھر بیٹھے کئی حج کا ثواب مل جائے گا، آج کتنے غریب ایسے ہیں، جنہیں افطاری و سحری کے لیے مناسب غذا تک میسر نہیں مگر بغل والے سیٹھ صاحب اپنا پیچھا سواں عمرہ کرنے جا رہے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی حج یا عمرہ ہی نہ کرے بلکہ



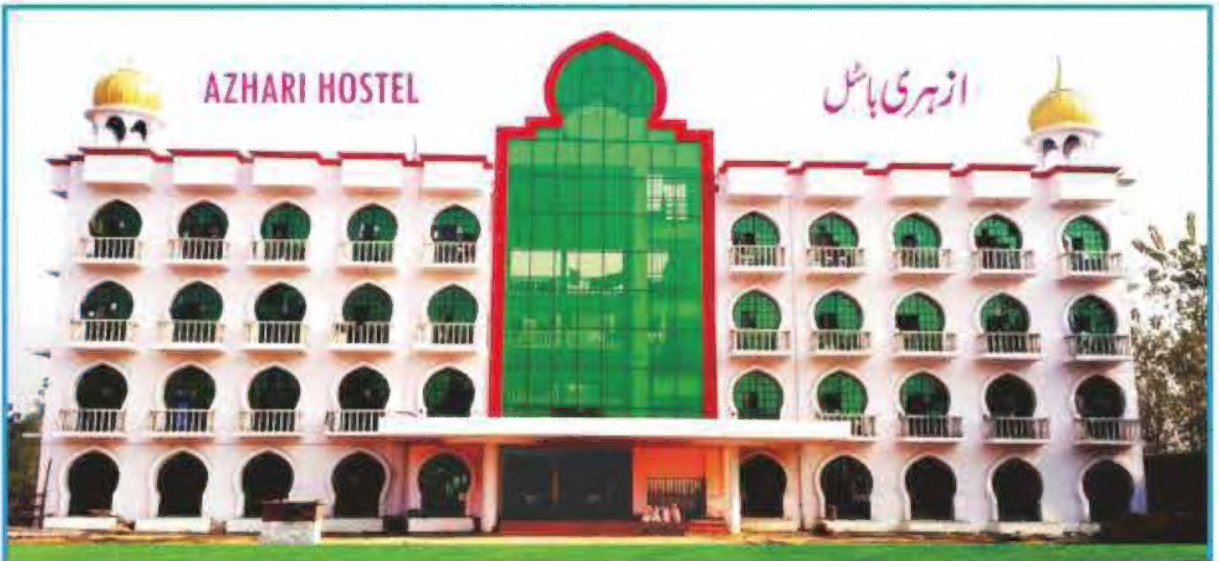


مرکز الدراسات  
الإسلامية  
جامعۃ الرضا  
بریلو شریف  
یونی، ہند

**CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA**  
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B. GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)



عمدہ قیام و طعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم



AZHARI HOSTEL

انہری ہاٹل

**Imam Ahmad Raza Trust**

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)



امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲ سؤد اگراں اصاگر بریلو شریف یونی (الہند)

E-mail: [imamahmadrazatrust@aalahazrat.com](mailto:imamahmadrazatrust@aalahazrat.com)  
[imamahmadrazatrust@yahoo.co.in](mailto:imamahmadrazatrust@yahoo.co.in)

Website: [www.aalahazrat.com](http://www.aalahazrat.com), [jamiaturraza.com](http://jamiaturraza.com), [hazrat.org](http://hazrat.org)

Contact No. +91 0581 3291453

+91 9897007120

+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.

A/C No. 030078123009

IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly

A/c No. 50200004721350

IFSC Code : HDFC0000304



RNI : UPMUL\2017\71926  
UP/BR-34/2017-19

OCTOBER - 2017  
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 20.00  
PER YEAR : 250.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly  
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



## HADEETH SHAREEF



Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Messenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Messenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)

With Best Compliment From

**FAROUK SODAGAR DARVESH GROUP OF CONCERNS**

CORPORATE HEAD QUARTERS

Associate House, 85-a, Victoria Road, Mustafa Bazar,  
Mumbai-400010 Tel : 23717777 - Fax : 23738787